بسم اللہ الرّحْمن الرّحیْم
وصلی اللہ علیك یا ولی العصر ادرکنا

اختلاج - اور تسکین قلب

یہ ایک ایسی کہانی ہے جوحقیقت کی اساس پر بیان ہوئی ہے۔ جے بہت دنوں پہلے ایک دیندار جوان نے آپ بیتی کی طرف بیان کیا تھا۔ میں نے اس آپ بیتی کو یادوں کے نہاں خانوں میں سجا رکھا تھا۔ لیکن قلمبند کرنے کی طرف میلان پیدا نہیں ہوا۔ اور اچانک دلبند زہرا سلام اللہ علیہا کی یاد میں زمزمہ کرتے وقت خیال آیا کہ اس دیندار شخص کی آپ بیتی قلم اور کاغذ کے سپرد کر دوں شاید کسی طرح کسی مقدار میں اجر کا مستحق ہوجاؤں۔

کہانی خود اس کی زبانی

میرا گھر بستی کے شمالی کنارے پر واقع تھا۔ چند قدم کے فاصلہ پر شمال ہی کی طرف کھیتی کرنے کی زمین کے وسیع قطعات تھے جسکے بعد باغات اور اس کے بعد جنگلات تھے۔ میرا گھر پرانی مٹی کے مسالہ سے بنی ہوئی موٹی موٹی دیواروں کا تھا۔ لمبے چوڑے دالان تھے۔ کھپریل جیسے 'کویلو' کہتے ہیں اس کی چھت تھی۔ دالان میں کئی چار پائیاں بچھی تھیں۔ دو چار پائیوں پر میری بہنیں سو رہی تھیں۔ ایک چارپائی پر صاف صاف چادر پر میری ماں سو رہی تھیں۔ چاندی کا بڑا پاندان پائتی کی طرف رکھا ہوا تھا۔ رات کا دو تہائی حصہ گذر چکا تھا۔ میں ایک پرانی ایسی میز پر کہنی رکھے پڑھ رہا تھا جو ذرا سی جنبش پر کراہنے لگتی۔ جس کی مدد سے میں بیدار رہتا اور اپنی کتابوں کی طرف سے دھیان کے سلسلے کوٹو ٹنے نہیں دیتا تھا۔

ساون کا مہینہ تھا۔ برسات کا سلسلہ شام ڈھلتے ہی شروع ہو گیا تھا۔ پانی کی ننہی ننہی بوندوں کے تارٹوٹ نہیں رہے تھے۔ کھپریل پر بوندوں کے پڑھنے سے چھم چھم کے نغمے اُبھر رہے تھے اور چھت کے کناروں سے ٹپکتے ہوئے پانی سے ٹپ ٹپ کی آواز سے ایسا لگتا جیسے اس آواز پرفضا قص کر رہی ہو۔ میری عمر اتنی تھی کہ جوانی کی آہٹیں وجود میں سنائی دے رہی تھیں۔

میری ماں دائم المریض تھیں۔ پاندان اس زمانہ کے اچھے خاندانوں کی پہچان تھا۔ میں اپنی والد کو "اماں'' کہتا تھا۔ انہوں نے اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنایا تھاحتی کے نماز شب کی اہمیت کو دلوں میں اتار دیا تھا۔ سچ ہے ایک اچھی ماں دنیا میں اپنی آخری سانس

تک اپنے بچوں پر قربان کر دیتی ہے اور ان کی آخرت کیوں سنوار دیتی ہے کہ بچے جوان ہوتے ہیں ۔ پھر ضعیف ہوتے ہیں۔ پھر اس دنیا سے گذر جاتے ہیں لیکن ہر سانس میں اپنی ماں کی سانسوں کی تازگی اور خوشبو بسائے رکھتے ہیں۔

اماں دل کی بہت کمزور تھیں۔ زبردست اختلاج اٹھتا تھا۔ دائم المریض ہونے کی بناپر جسمانی طور پر بھی لاغر تھیں۔ ان تمام چیزوں کے باوجود ہم سب بھائی بہن اپنی ماں کی آنکھوں کے اشاروں کو سمجھتے تھے۔

اماں بادل کے گرجنے اور بجلی کے کڑکنے سے بہت زیادہ خوف زدہ ہو جاتی تھیں۔ کبھی بھی ڈر سے لرزہ براندام رہتیں۔ اور ہم سب بھائی بہن اماں کو دلاسا اور تسلی دیتے لیکن وہ جب بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کو سنتی تھیں تو پان پر پان کھاتی رہتیں اور گھڑی گھڑی پانی پیتی رہتیں اور ہم سب سے کہتی تھیں آسمان کے نیچے "یا علی" زور سے نہیں کہنا بجلی امام کو سلام کرنے کے لئے بادلوں سے نکل کر زمین پر آجاتی ہے۔ (معلوم نہیں کس نے ان کے کان میں یہ بات ڈال دی تھی۔)

وہ رات جس کی بات پر بات نکلی تھی اس رات ساون کی جھڑی لگی تھی۔ ہوائیں ہلکی ٹھنڈک ہر تندرست اور مریض کو گہری نیند سلا رہی تھی۔ یکا یک اماں کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ میں تڑپ گیا۔ کتاب بند کی اور اماں کے پاس جا کر ان کی کمر آہستہ آہستہ دباتا رہا۔ وہ سوتے میں کراہتی رہیں۔ سامنے صحن میں پانی برسنے کی لگاتار آواز آ رہی تھی۔ یہ بوندیں سارے عالم کے لئے راحت کا سبب تھیں ۔ گویا گہری نیت کی سوغات لے کر زمین پر اتر رہی تھیں۔ گویہ بوندیں بہار نو کا پیغام تھیں۔ لیکن میرے لئے جیسے ساون سلگ رہا ہو۔ ہر بوند سے دھواں اٹھ رہا ہو جو آنکھوں میں گرتا ہو۔ جیسے خواب کہیں دور سے کراہتی ہوئی بیداری کو منہ چڑھارہا ہو۔ اس لئے کہ میری ماں جب بیماری کے سبب درد سے بے چین ہوتیں تو مجھے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ بیزاری ایسی کہ ہرشہ سے بیزار ہو جاتا تھا۔ صرف ماں کے علاوہ دوسرا نظر نہیں آتا۔

اچانک بارش تیز ہو گئی۔ بادل زور زور سے گرج رہے تھے بجلی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کڑکنے لگی۔

اماں نیند سے گھبرا کر اٹھ گئیں۔ پہلے پاندان کھولا اور پان کھایا پھر ایک گلاس پانی پیا۔ پھر بادل گرجا۔ پھر بجلی چمکی۔ اب ان کی گھبراہٹ اور اختلاج اتنا بڑھ گیا کہ اٹھ کر ٹہلنے لگیں۔ کبھی پان کھاتیں۔ کبھی ٹہلنے لگتیں۔ اور زبان پر یہ ورد تھا" الامان الامان یا

صاحب الزمان - الامان الامان یا صاحب الزمان بیچ بیچ میں یہ کہتی رہیں **"یسبح الرعد بحمده والملائكة من خيفته".**

جب بادل کی گرج کم ہوئی۔ بجلی کا کڑکنا بند ہو گیا۔ اور اماں کا دل ٹہر گیا تو میں نے اماں کے قدموں کے پاس بیٹھ کر ان کے مزاج کا لحاظ رکھتے ہوئے پوچھا: "اماں جب بادل گرجتا ہے، بجلی چمکتی ہے یہ کبھی طوفانی سرخ آندھی چلتی ہے تو آپ کہتی ہیں 'الامان الامان یاصاحب الزمان' اماں نے کہا ہاں مگر کہنا کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا: آپ اس جملے کے معنی جانتی ہیں؟" اماں نے کہا، "ہاں! اس کے معنی ہوتے ہیں اے صاحب الزمان اے میرے بارہویں امام - اے میرے زندہ امام- اے پردہ غیب میں رہنے والے امام ! مجھے امان دیدو۔" لیکن اماں! میں نے پھر پوچھا، "وہ تو پردہ غیب میں ہیں۔ وہ آپ کی آواز کہاں سنتے ہیں۔ اور جب وہ آپ کی آواز ہی نہیں سنتے تو وہ آپ کو امان کیسے دے سکتے ہیں۔ "

ایک مرتبہ تیوری چڑھ گئی اور ماتھے پر بل آگئے۔ پاندان جو کھلا ہوا تھا اسکے اوپری ہتھے کو زور سے بند کیا اور کہا: کم بخت۔ دور ہو جا میری نگاہ سے۔" میں نے جواب میں کہا۔" اماں مجھ سے کیا گستاخی ہوئی؟" فرمائے لگیں، تونے میرے مولا کی توہین کی ہے۔" میں نے کہا، اماں ! وہ کیسے؟" جس پر تلخ آمیز لہجے میں جواب دیا، تو یہ تو جانتا ہے کہ وہ پردہ غیب میں رہتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ زمانہ کے صاحب ہیں۔ یعنی وہ وقت کے مالک ہیں۔ یہ سردی، گرمی اور برسات کے موسم وقت کی انگلیوں کے اشاروں پر ہی تو ناچتے ہیں۔ اور وقت کی نبض ہمارے مولا کے ہاتھ میں ہے لہذا وقت کا کوئی ایسا لمحہ نہیں ہے جو آپ کے چاہنے والے کی فریاد آپ کے گوش گذار نہ کر دیتا ہو "

میں نے سوچا یہ مناسب وقت ہے اماں سے یہ سوال کرلوں، "اماں جب وہ آپ کی آواز سنتے ہیں تو آپ کو پناہ کیوں نہیں دیتے۔ آپ تو اس طرح گھبراتی ہیں جیسے آپ کی کوئی پناہ گاہ نہ ہو جب کہ بقول آپ کے مولا آپ کی پناہ گاہ ہیں۔ یہ برسات، یہ بادل، یہ بجلی، سب پر ہمارے امام کے احکام نافذ ہیں۔ "

اماں بہت ذہین تھیں۔ کہنے لگئیں، "اچھا یہ بتا یہ سب تو نے کہاں سیکھا؟" میں نے کہا اماں میں جب اپنے امام کو یاد کرتا ہوں تو دل کو بڑا سکون ملتا ہے۔ اماں ذرا غور کرو امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ جب کربلا کے مظلوم قیدی دربار یزید میں پہنچے تو کوئی نہ ڈرا تھا۔ نہ سہما تھا۔ نہ خوف زدہ تھا۔ امام وقت جو ساتھ ساتھ تھے۔ جناب زینب

سلام اللہ علیہا کی تقریر سے قصر یزیدی کے در و دیوار کانپ اٹھے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کے خطے میں اتنا اثر تھا کہ عوام میں بغاوت کروٹیں لینے گئی تھی۔ یزید کے ظلم کی کلائی ٹوٹ چکی تھی۔ آخر مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیدیا۔ "

اماں نے کہا "بیٹا !! تو سچ کہتا ہے۔ لیکن میرا دل بہت کمزور ہے۔ اور میں نے امام حاضر کو اس زاوئے سے دیکھنے میں کوتاہی کی۔ "

ایک مرتبہ پھر بادل زور سے گرجا۔ بجلی کی کڑک سے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ میری اماں نے ایک عجیب جملہ کہا: "بادلو! خدائے مطلق، خالق دو جہاں کی حمد و ثنا میں مصروف رہو۔ میں اب اپنے امام کی پناہ گاہ میں آ گئی ہوں۔" پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگیں، "بیٹا تو نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میرے دھڑکتے دل کو سکون دیا۔ میں رفتہ رفتہ اپنے دل پر قابو پانے کی کوشش کروں گی۔ اِمام کی طرف سے تجھے اسکا اجر ملے گا۔ جو اجر امام کی طرف سے ہو وہ اپنی قدر و قیمت کے لحاظ سے ماورائے عقل انسانی ہوتا ہے۔

جب میری ماں کا آخری وقت آیا تو ہم سب کو بلا کر نصیحت کی اپنے وقت کے امام فرزند حسین کو ہر آن ہر گھڑی یاد رکھنا اور دیکھو تم گواہ رہنا کہ میں عالم وقت کی تقلید پر قائم ہوں اور تین مرتبہ کہا" یاعلی، یاعلی ، یا علی" اور آپ کی روح جسد فانی سے پرواز کرگئی۔ ہوسکتا ہے ساحت مقدس امام زمان کی زیارت سے مشرف ہوکر بہشت کی مکیں ہوں یا تو پھر امام حاضر کی خدمت میں کنیزی کا شرف مل گیا ہو۔

دعا ہے۔ "اے اللہ تبارک وتعالی ! سب سے بڑی نعمت ماں ہے ہمیں اپنی ماں کی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق عطا فرما اور سب مائیں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت ایسی ہی دیں جیسے اس دیندار جوان کو اپنی ماں سے تعلیم وتربیت ملی تھی۔ آمین ثم آمین۔

امام زمانہ علیہ السّلام سے ملاقات کے امکانات

زمانہ غیبت کی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری روزانہ نماز کے بعد دعائے عہد پڑھنا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں "جو شخص چالیس دن یہ دعا پڑھے گا وہ ہمارے قائم کے مددگاروں میں شمار ہوگا اور اگر ان کے ظہور سے پہلے اس کا انتقال ہو جائیگا تو خدا اس کو قبر سے زندہ اٹھائیگا تا کہ امام عصر کی خدمت میں حاضر ہو۔ "

اس اہم دعا میں مومن صدق دل سے خدا کی بارگاہ میں کی دعا کرتا ہے

اَللّٰہُمَّ اَرِنِیْ الطَّلْعَۃَ الرَّشِیْدَۃَ وَالْغُرَّۃَ الْحَمِیْدَۃَ وَاکْحُلْ نَاظِرِیْ بِنَظْرَۃٍ مِّنِیْ اِلَیْہِ

خدایا! مجھے دیدار نصیب کر اس حسین ہدایت کرنے والے کا اور صد ستائش نورانی پیشانی کا۔ ان کے دیدار کی ایک جھلک کو ہماری آنکھوں کا سرمہ قراردے۔

عصر غیبت کی دعا میں یہ جملہ ملتا ہے :

اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرٰنِیْ وَلِیِّ اَمْرِکَ

پروردگارا میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے ولی امر کا دیدار کرادے۔

اسی طرح کے جملے دعائے ندبہ اور امام زمانہ علیہ السلام سے متعلق دوسری دعاؤں میں بھی ملتے ہیں۔ دعائے ندبہ میں مومن اس طرح فریاد کرتا ہے۔ اور امام عصر علیہ السلام کو اس طرح مخاطب کرتا ہے۔

یہ بات میرے لئے بہت زیادہ سخت ہے کہ میں سب کو دیکھوں اور آپ کے دیدار سے محروم رہوں۔

یہ تمام دعائیں معصومین علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں اور دعاؤں میں انہیں باتوں کا تذکرہ ہوتا ہے جو ممکن ہوں۔ لہذا ان دعاؤں سے واضح ہو جاتا ہے کہ زمانہ غیبت میں امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات ہوسکتی ہے۔ اور یہ ملاقات خداوند عالم کی عنایتوں سے ہو سکتی ہے۔

غیبت کا مفہوم

یہاں اس بات کی طرف اشارہ مناسب ہے کہ غیبت کا مفہوم کیا ہے اس سلسلے میں "المنتظر" کے مختلف شماروں میں گفتگو ہوتی ہے۔ صرف اشارہ کر کے گذرتے ہیں غیبت کا مفہوم نہیں ہے کہ امام عصر علیہ السلام کسی غار یا کسی ایسی جگہ زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں سے ان کا کوئی رابطہ لوگوں سے نہیں ہے۔

بلکہ غیبت کا مفہوم یہ ہے کہ امام عصر علیہ السلام اس طرح زندگی بسر کر رہے ہیں کہ لوگ ان سے آشنا نہیں ہیں وہ لوگوں کے درمیان آتے ہیں ان کی مشکلات حل کرتے ہیں مگر لوگ ان کو پہچانتے نہیں ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک روایت میں ہے: امام عصر علیہ السلام ہر سال حج میں تشریف لاتے ہیں۔ لوگوں کو دیکھتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں مگر لوگ ان کو دیکھتے تو ہیں مگر پہچانتے نہیں ہیں۔ (کمال الدین، ج ۲, ص ۴۴۰)

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص لوگوں کے درمیان موجود ہو۔ ان کی مشکلات دور کر رہا ہو ۔ ان کے مسائل حل کر رہا ہو مگر لوگ اس کو پہچانتے نہ ہوں؟

جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں اس سوال کا جواب موجود ہے۔ جب جناب یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر آئے ۔ اور جناب یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قرآن کے الفاظ اس طرح ہیں

وَجَآءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُواْ عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ ۥ مُنكِرُونَ

(سورۃ یوسف، آیت ۵۸)

جب جناب یوسف کے بھائی جناب یوسف کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو پہچان لیا۔ مگر وہ جناب یوسف کو نہیں پہچان سکے۔

اگر حجت خدا لوگوں کے درمیان موجود ہو اور حجت خدا کا ارادہ ہو کہ لوگ اس کو نہ پہچانیں تو سامنے ہو کر بھی لوگ پہچان نہیں سکتے ہیں۔

روایتوں میں ہے کہ امام زمانہ علیہ اسلام میں جناب یوسف علیہ السلام کی بھی ایک شاہت پائی جاتی ہے۔

جناب یوسف کے بھائیوں نے اس وقت ان کو پہچانا جب انہوں نے خود اپنا تعارف کرایا۔ قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے:

جب جناب یوسف کے بھائی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے اہل وعیال سختیوں نے گھیر لیا ہے ہم بہت ہی مختصر سی پونجی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہمیں زیادہ سے زیادہ بدلہ دیں اور ہم پر احسان کریں خدا احسان کرنے والوں کو جزا دے گا۔

اس وقت جناب یوسف نے فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے جہالت میں یوسف اور ان کے بھائی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا؟

اس وقت ان لوگوں نے کہا: کیا یقینا آپ کی یوسف ہیں؟

فرمایا: ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ خداوند عالم نے ہم پر احسان کیا ہے اور جو بھی تقوی و پر ہیز گاری اختیار کرے گا اور صبر کرے گا تو یقینا خدا نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔

کہنے لگے : خدا کی قسم خدا نے آپ کو ہم پر برتری دی ہے اور ہم خطا کار ہیں۔

جناب یوسف نے فرمایا: اب تم لوگوں پر کوئی علامت نہیں ہے خداوند عالم تم سب کو معاف کر دے گا۔ اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ یوسف ، بیت ۹۲-۸۸)

ان آیتوں پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہ صرف جناب یوسف کو نہیں پہچان سکے بلکہ ان کے ساتھ کھڑے ہوئے ان کے بھائی بنیامین کو بھی نہیں پہچان سکے جو گذشتہ سفر میں ان کے ساتھ تھے اور جن کو جناب یوسف نے روک لیا تھا۔ اس کا مطلب ہے اگر حجت خدا چاہے تو سامنے ہوکر نہ صرف لوگ اس کو نہیں پہچان سکتے بلکہ اس کو بھی نہیں پہچان سکتے جس کو وہ نہ پہچانوانا چاہے اور وہ جب چاہے تو لوگ اس کو پہچان لیں گے۔

لہٰذا جس وقت امام زمانہ علیہ السلام چھینگے اور خدا کی مصلحت ہوگی تو لوگ ان کو پہچان لینگے۔

اس زمانہ غیبت میں ہماری دعا ہے کہ ہمیں ان کا دیدار نصیب ہو۔

<u>ملاقات کے اقسام</u>

۱ - روحانی ملاقات

ہم روحانی طور پر ایسا رابطہ پیدا کریں کہ خود امام عصر علیہ السلام کے سامنے محسوس کریں جس طرح ایک انسان جب دور سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت معرفت کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو روحانی طور پر امام حسین علیہ السلام کے سامنے محسوس کرتا ہے اسے ایسا لگتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اس کے سامنے موجود ہیں اور وہ ان کو سلام کر رہا ہے۔ جب کسی کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے تو وہ اندر سے منقلب ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی السلام علیک یا صاحب الزمان کہتا ہے وہ روحانی طور پر امام عصر علیہ السلام سے رابطہ پیدا کرتا ہے۔ ہاں یہ اس سلام و زیارت کی بات ہے جو معرفت اور پوری توجہ سے ادا کیا جائے۔ غفلت و عادت سے گفتگو نہیں ہے۔ اس روحانی ارتباط کے تعلق سے دعائے ندبہ کے یہ جملے کس قدر بلیغ ہیں۔

بِنَفْسِیْ اَنْتَ مِنْ مُغَیَّبٍ لَمْ یَخْلُ مِنَّا بِنَفْسِیْ اَنْتَ مِنْ نَازِحٍ مَا نَزَحَ عَنَّا۔

میری جان آپ پر قربان آپ وہ غائب ہیں جن کی یاد سے ہمارا وجود خالی نہیں ہے میری جان آپ پر قربان آپ رو بچھڑے ہوئے ہیں کہ ہرگز ہم سے دور نہیں ہیں۔

غائب ہو کر بھی حاضر ہیں قریب ہو کر بھی دور ہیں۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا

جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

۲ ۔ خواب میں ملاقات

ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جہاں لوگوں نے خواب میں امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔ روایتوں میں اعمال کے طریقے دعائوں کا انتخاب اور قرآن مجید کے مختص سوروں کا بیان ہے جن پر عمل پیرا ہونے اور پڑھنے سے ائمہ معصومین علیہ السلام کو خواب میں دیکھ سکتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

اگر کوئی ہر شب جمعہ سورہ بنی اسرائیل کی تلاوت کرے اس وقت تک اس کا انتقال نہ ہوگا جب تک وہ قائم کا دیدار نہ کرے وہ ان کے اصحاب میں شمار ہوگا ۔

(مکیال المکارم (فارسی)، ج۲, ص ۵۲۸)

۳۔ مکاشفہ میں ملاقات

انسانی روح کو خداوند عالم نے وہ طاقت عطا کی ہے اگر اس کو مادی تعامات سے آزاد رکھا جائے تو اس کے سامنے سے سارے حجابات ہٹ جاتے ہیں۔ یہ منزل بڑی ریاضت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس طاقت کے ذریعہ انسان مستقبل کے بارے میں آگاہی حاصل کرتا ہے۔ انسان مکاشفہ میں بھی امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ مگر یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہے کہ مکاشفہ کی صورت میں امام زمانہ علیہ السلام کے دیدار کا شرف صرف اس صورت میں حاصل ہو گیا جب امام زمانہ علیہ السلام اجازت دینگے اگر ان کی اجازت اور مرضی نہ ہو تو لاکھ ریاضت بھی امام کا دیدار نہیں کرا سکتی ہے۔ یہ سب ان کی عنایتوں سے مربوط ہے۔

۴ ۔ مظاہری ملاقات

اس کی چند صورتیں ہیں۔

الف ۔ ملاقات کا شرف حاصل ہو۔ لیکن نہ ملاقات کے دوران نہ ملاقات کے بعد یہ احساس ہو کہ امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔

ب۔ ملاقات کا شرف حاصل ہو۔ مگر دوران ملاقات یہ احساس نہ ہو کہ امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ ملاقات کے بعد یہ پتہ چلے جس سے گفتگو ہو رہی تھی وہ کوئی اور نہیں حضرت حجت علیہ السلام کی ذات اقدس تھی۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

۱ - کبھی ملاقات کے فورا بعد یہ احساس ہو جا تا ہے۔ ۲ - کبھی ایک عرصہ گذرنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے۔

زمانہ غیبت کبری میں امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات کے جو واقعات نقل ہوئے ہیں اس میں اس طرح کی ملاقات کے بہت واقعات ہیں۔

ج - ملاقات کا شرف حاصل ہو اور دوران ملاقات ہی یہ

احساس ہو جائے کہ جس ذات اقدس کی زیارت و دیدار کا شرف حاصل ہو رہا ہے وہ بقیۃ اللہ الاعظم حضرت حجت بن الحسن العسکری روحی و ارواح العلمین تراب مقدمہ فداہ ہیں۔

اس طرح کی ملاقات کے واقعات بہت کم ہیں اسماعیل ہر قلی کا واقعہ اس طرح کا ایک واقعہ ہے۔ یا جناب علامہ سید مہدی بحرالعلوم کے واقعات

امام زندہ ہیں

حضرت ولی عصر ارواحنا لتراب مقدمہ فداہ علیہ السلام سے ملاقات کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ کوئی بھی ان ملاقات کی حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا ہے۔

ان ملاقات سے چند باتیں سامنے آتی ہیں ۔

(۱) امام زمانہ علیہ السلام زندہ ہیں ۔

(۲) اسی زمین پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(۳) لوگوں کی مشکلات حل کر رہے ہیں۔

(۴) ہمیں اپنی مشکلات میں ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

(۵) زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہے۔

(۶) یہ ملاقاتیں ان تمام لوگوں کے منھ پر طمانچہ ہیں جو امام عصر علیہ السلام کے وجود کا انکار کرتے ہیں یا قدرت و طاقت کا اعتراف نہیں کرتے ہیں۔

کون ملاقات کر سکتا ہے؟

امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات کے واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ملاقات کا شرف حاصل کرنے والے کسی خاص صفت سے تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ ان میں علما بھی ہیں غیر علماء بھی۔ متقی و پرہیزگار بھی اور غیر متقی بھی۔ تاجر اور غیر تاجر۔ مزدوری پیشہ اور غیر مزدور-غریب-امیر- پریشان حال-یہاں تک کہ غیر شیعہ بھی- کسی ایک خاص قسم کے افراد نہیں ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے یہ ملاقات کا دارو مدار امام عصر علیہ السلام کی عنایتوں پر ہے۔

ہاں تقوی و پرہیزگاری ۔ دعا و گریہ زاری شوق ملاقات تڑپ اور اضطراب ملاقات کے امکان میں اضافہ کا سبب ہو سکتا ہے۔ ملاقات کو یقینی نہیں قرار دے سکتا ہے۔

عدم ملاقات کی وجہ خود امام زمانہ علیہ السلام نے اپنی ایک توقیع میں بیان فرمائی ہے۔

(۱) خدا ہمارے شیعوں کو اطاعت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اگر یہ لوگ اپنے عہد و پیمان کی وفا کرتے تو ہماری ملاقات کی نعمت میں تاخیر نہ ہوتی۔ معرفت کے ساتھ ہمارے دیدار کی سعادت انہیں جلد نصیب ہوتی۔

جس چیز نے ہمیں ان سے دور کر دیا ہے وہ ان کی طرف سے موصول ہونے والی وہ خبریں ہیں جو ہمیں ناپسند ہیں اور ہمیں ان سے اسکی توقع نہیں ہے۔ (احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۳۲۵،نقل از مکیال امکارم (فارسی)، ج ۱, ص ۱۶۰)

اس توقیع سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ولی عصر علیہ السلام کی ملاقات سے محرومی کا سبب خود ہم اور ہمارے اعمال ہیں خاص کر وہ اعمال جو ہمارے امام کو نا پسند ہیں اور جس کی و توقیع نہیں رکھتے ہیں۔

(۲) علی بن ابراہیم بن مہزیار ان خوش قسمت افراد میں ہیں جنہیں حضرت بقیت اللہ الاعظم امام حجت بن الحسن العسکری علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس خصوصیت کے ساتھ انہیں یہ شرف دیا گیا کہ انہیں معلوم تھا کہ وہ امام وقت سے ملاقات کر رہے ہیں۔

جب علی بن ابراہیم بن مہزیار حضرت ولی عصر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا :

اے ابو الحسن ہم رات و دن تمہارے منتظر تھے۔ کسی چیز نے یہاں آنے میں تاخیر کی؟

عرض کیا: موالا کوئی ایسا نہیں تھا جو مجھے آپ تک پہنچاتا۔ فرمایا :

تمہیں کوئی یہاں تک پہونچانے والا نہیں ملا !

پھر امام علیہ السلام نے اپنی انگشت مبارک سے زمین پر خط کھینچا اور فرمایا :

نہیں ایسا نہیں ہے۔ لیکن

*تم لوگوں نے مال میں اضافہ کیا ہے۔

*تم لوگ کمزور مومنین کے ساتھ اکڑ کر پیش آتے ہو

*تم نے اپنا رشتہ داریاں توڑ دی ہیں

اس کے بعد بھی کوئی عذر باقی رہ جاتا ہے؟

عرض کیا: مولا !توبہ،توبہ۔ معذرت، معذرت۔

پھر فرمایا :

اے ابن مہزیار اگر تم میں سے بعض، بعض کے لئے استغفار نہ کرتے ہوتے تو صرف خاص شیعوں کے علاوہ سب ہلاک ہو جاتے اور اس میں وہ ہیں جن کا قول و عمل ایک ہے۔

(تبصرۃ الولی، ص ۱۴۶)

اس ملاقات سے اندازہ ہو جاتا ہے امام عصر علیہ السلام کے دیدار سے محرومی کا سبب کسرت اموال، مومنین سے اکڑ کر پیش آنا اور رشتہ داروں سے دور رہنا ہے۔

اگر یہ باتیں امام عصر علیہ السلام سے دوری کا سبب ہیں تو اگر ہم اپنے امام سے نزدیک ہونا چاہتے ہیں تو ان تمام باتوں سے پرہیز کریں۔ اگر ہم واقعا خدا و رسول کے لئے گناہوں سے دور رہیں گے اور خدا سے امام کی ملاقات کی دعا کریں گے تو بعید نہیں کہ امام عصر علیہ السلام کی عنایت ہمارے بھی شامل حال ہوجائے ۔ آمین۔

دعائے ندبہ ...اور ...سویرا عید کا

رونا، گر یہ کرنا، نالہ و فریاد کرنا ہر ذی روح کی فطرت کے وہ تقاضے ہیں جو پورے ہو کر رہتے ہیں۔ یہ انسان کی اس حالت کی ترجمانی کرتا ہے جب آنسو کا ہر قطرہ اس کے درد دل، کرب و بے چینی اور احساس دروں کی داستان کا ایک عنوان ہوتا ہے۔ وہ لفظیں جو ایک فریادی اپنی فریاد میں ادا کرتا ہے وہ اس کے وجود میں اس پرتاب اور موجزن دکھوں کو سمیٹ کر اپنے ظرف معانی و مطالب میں لانے سے تو قاصر ہیں لیکن آنسوں اس کو سہارا دیتے ہیں اور فریادی کا دل ہلکا ہو جاتا ہے اور جیسے کسی بیمار کو اچانک قرار آ جاتا ہے اسی طرح جب انسان خوب رو لیتا ہے اس کے غم کا بوجھ دل سے اتر جاتا ہے۔ یہ رونا فریاد کرنا یا ٹھنڈی سانس بھرنا یہ وہ پیمانے ہیں جو انسان کو اللہ تعالی نے اپنی محبت کو ناپنے کے لئے عطا فرمائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری تکالیف شرعیة میں سے ایک مرکزی اور محوری تکلیف رونا، فریاد کرنا، آنسو بہانا ہے۔ بشرطیکہ اس کے وجوہات صداقت اور خلوص کی اساس پر ہوں اور جسکا مقصد پاکیزگی اور تقدس کا گہوارہ ہوں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ولایت ومحبت کو اجر رسالت قرار دیا ہے اور اس ولایت اور محبت کی "الف" اور "ب" اس طرح سے بیان فرمائی ہیں کہ جب اجر رسالت کی طرف مڑ کر دیکھو تو اپنی عزیز ترین چیز کو پیچھے چھوڑ کر صرف مجھے دیکھو. میری آل پاک کو دیکھو، اگر میری اور میرے اہل بیت کی محبت تمہاری محبت کے پہلوؤں پر روشن ہو جائے تو گویا اجر رسالت کا ادا ہوا۔ بقول شاعر

محبت میں اک ایسا وقت بھی آتا ہے انسان پر

کہ تاروں کی چمک سے چوٹ لگتی ہے رگ جاں پر

یہی رگ جاں پر چوٹ لگنے کی صدا ہے نالہ و فریاد جو محبوب کے ہجر و وصال کی کتاب ہے جس میں ایک انسان کے امتحان سے گزرنے کی کامیابیوں کا خلاصہ درج ہے۔ ہم صدا دیتے ہیں۔ درد میں لپٹی ہوئی صدا اور کوئی لبیک کہتا ہے تو امید کے آنسو چشم گریاں سے نکل پڑتے ہیں اور تکلیف شرعیتہ کی ادائیگی کا سلیقہ عطا کرتے ہیں۔

اب چونکہ آداب تکالیف شرعیتہ میں گر یہ کرنا فریاد اور نالہ کرنا ایک تکلیف ہے جس کی بنیاد محبت اور صداقت و خلوص پر ہے لہذا غیبت امام زمان علیہ السلام میں آپ کی یاد میں نالہ و فریاد کرنا ایک ایسی تکلیف ہے جسے موکدہ کہا جاسکتا ہے۔ اس تکلیف

کے آداب وطریق جو وضع ہوتے ہیں اس پر معصومین علیہم السلام کی سند کے ساتھ تاکید بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مختلف دعائیں جو امام زمانہ علیہ السلام کے چاہنے والے پڑھ کر اپنے امام کی محبت میں نالہ و فریاد کرتے ہیں اس میں سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والی دعا، دعائے ندبہ ہے۔ جس کے لئے معصوم نے تاکید فرمائی ہے کہ عید فطر عید قربان عید غدیر اور روز جمعہ کو اس دعا کو پڑھنے میں غفلت نہ برتنا چاہئے۔

یہ حدیث حسن و عشق حقیقوں کے عجائب وغرائب پر پڑی چادر کو سرکا کر راز ہائے سر بستئہ الہی کو منکشف کر دیتی ہے اور انسانی اذہان کو دعوت دے کر قوت پرواز عطا کرتی ہے۔ غور کرنے کی بات ہے عید فطر، روزہ دار کی مشقتوں کا اجر ہے۔ یہ وہ خوشی ہے جس کے معانی و مطالب عید کا لفظ ادا کرتا ہے اور اس روز تاکید نالہ فریاد کی یعنی دعائے ندبہ کے پڑھنے کی؟... اسی طرح عید غدیر، اسی طرح عید قربان، ای طرح عید جمعہ ..... ندبہ اور عید ..... ذرا اس روز دعا کو پڑھئے۔ اس کے اجزائے ترکیبی پر غور کرے۔ ذرا اسکے لفظوں میں معنویت کے دریچوں کو کھلتے دیکھ کر ان فضاؤں کی سیر کرئے جس میں اہل بیت علیہم السلام کی خوشبو رچی بسی ہے۔

جیسے بغیر حرکت کے کوئی زندگی نہیں پنپتی اسی طرح بغیر تڑپ کے گرانقدر شے نصیب نہیں ہوتی اس کے لئے جستجو، تلاش، جھد پیہم اور تڑپ کے ساتھ تیز گام ہونا پڑتا ہے۔ لہذا عید میں اگر مقصود خوشی و شادمانی ہے تو اس کا معیار بھی بلند و بالا ہوگا۔ اسی لئے اس جذبہ مقدس کو دعائے ندبہ کے زینے سے چڑھ کر اس خوشی کو پانا ہوگا جو اوج نشین ہے جو سعادت نشان ہے۔

تکھے ہارے مسافر کی نگاہیں کسی شجر سایہ دار کو مونڈھتی ہیں جہاں بیٹھ کر دم بھر کے لئے سکون کی سانس لے سکے۔ یہی سکون اس کی مسافرت کے سب سے اہم راحت و چین کے لمحے فراہم کر دیتا ہے اور اسے آگے کے سفر کو طے کرنے کے لئے تازہ دم کر دیتا ہے زندگی کے سفر میں عید کے ایام سایہ دار شجر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عید کا صحیح لطف تو اس وقت ملتا ہے جب امام حاضر کی محبت فطرت پاکیزہ میں کروٹے لیتی ہے۔ اور نالہ و فریاد طول شب ہجراں کو گھٹا دیتے ہیں جس سے آخرین امید کے کنول کھلنے کی صبح قریب آجاتی ہے اور اس کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں کتنی بڑی نعمت ہے دعائے ندبہ جو معصومین کی جانب سے ہم شیعیان علی کو نصیب ہوئی ہے۔ اس کا اندازہ اس عبارت سے ہوتا ہے جو عظیم المرتبت عالم دین جن کا اسم گرامی

علامہ داؤد الہامی ہے اور آپ کی گرانقدر کتاب "آخرین امید" ہے جسکے آپ مولف ہیں۔ اس دعا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :

دعائے ندبہ حق، یکی از جالب و پرمعنی است، از نظر فصاحت بسیار فصیح و روان است و از نظر محتوا، علمی، عقیدتی، انقلابی و سیاسی در عین حال بسیار پر احساس و عاطفی است و اگر درست بہ مفہوم آن توجہ شود می تواند منیح الہام بخشی برائے مبارزات اجتماعی بر ضد ظلم بودہ باشد

ترجمہ: سچ تو یہ ہے کہ دعائے ندبہ نہایت پرکشش معنی خیز اور فصاحت کے لحاظ سے نہایت فصیح اور (ادب) کی روانی کی حامل ہے۔ اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے ایسی علمی، عقیدتی، انقلابی اور سیاسی دعا ہے جو عرض حال میں احساس کو بیدار اور پناہ دینے والی ہے۔ اور اگر اس کے مفاہیم پر گہری نظر ڈالی جائے تو یہ الہام بخشی کا ایسا سرچشمہ ہے جو ظلم کے خلاف پوری جمیعت کو کھڑا کرسکتی ہے۔

آج ساری دنیا کا رنگ بدل چکا ہے۔ ایسا نہیں لگاتا ہے کہ اس عالم میں بتدریج کوئی تبدیلی آئی ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ یکا یک اس نے اپنا کہنہ لباس اتار کر استبداد کا لباس پہن کر ایک خونی چادر اوڑھ لی ہو۔ چند دہائیوں میں ارتقا اور ایجاد کے بڑے خوفناک نتائج یکے بعد دیگرے مسلسل نظاہر ہورہے ہیں۔ ایک طرف مسلم ممالک میں عید کی نماز ہو رہی ہے۔ لوگ صاف ستھرے مہکتے کپڑے پہن کر نماز عید ادا کر رہے ہیں تو دوسری طرف سے مسجدوں میں گمراہ کن دہشتگر بم کے دھماکوں سے ہزاروں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔ یتیم بچے، بے سہارا بیوائیں، ضعیف والدین کی پناہ دینے والے کی امید میں اپنی آخری سانسیں گن رہے ہیں۔ ایسے خون آشام ماحول میں جن لوگوں کو عید منانے کے مواقع نصیب ہو رہے ہیں ان کے لئے تاکید ہے کہ نہایت خلوص کے ساتھ انبیاء اور اوصیا کی بعثت کے فلسفے پر غور کریں اس طرح جیسے ہمیں دعائے ندبہ کے مقدمہ میں ہی ملتا ہے۔ اللہ تعالی کی پھر اس نعمت عظمی پر غور وفکر کریں جو اللہ تعالی نے ختم المرسلین کی ذات کے ساتھ عالمین کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا۔ اور جب قوم پر اپنے مرکزِ کفر و الحاد اور بادشاہت اور ضلالت کی طرف پہلو بدلنے لگی تو امیر المومنین کو آپ کا خلیفہ بلافصل مقرر فرمایا۔ پھر ایک کے بعد ایک معصوم ہادی ہماری رہبری کے لئے اس زمین پر پیکر خاکی میں اپنا نور ازلی لے کر وارد ہوئے اور حق شناسوں کو اپنے دامن عطوفت کی ٹھنڈی چھاؤں سے محروم نہیں کیا۔ اور آخری بادی کو پردہ غیبت عطا فرمائی اور ملت مرحومہ کو اس کے ظہور کا منتظر قرار دیا۔ بڑی بڑی مصیبتوں کو اس قوم نے جھیلا اور جھیل رہی ہے لیکن

فرزند رسول کی غیبت سے راہنمائی اور روشن راہوں کے کھلنے سے جو آپ کی ذات کے طفیل میں ہے عہد بہ عہد آسان ہوتے چلے جارہے ہیں اور حق پرستوں کے درمیان پاسبان شریعت کے غیبی تائید و تعین سے شریعت محمدی کا چراغ روشن سے روشن تر ہوتا جارہا ہے۔ آج ہر ذی روح کسی مصلح اعظم کے انتظار میں ہے کہ کب کوئی ایک ایسا انسان اس دنیا میں آئے گا جو طاغوت کی بڑھتی ہوئی طاقت کی کلائی کو توڑ دے گا۔ جس کی ذات عالم پر چھائی ہوئی ہوگی۔ جسکی انگلیاں ہر ذی روح کی نبض حیات پر ہوگی۔ یہ آرزو*

*(آرزو اس خواہش کو کہتے ہیں جس کا پورا ہونا محال ہوتا ہے اور اس کے لئے کوشش سعی لا حاصل ہے۔ جیسے ہر پستہ قد کی آرزو ہوتی ہے کہ وہ طویل القامت ہو جائے۔) تو ساری دنیا کے ہر فرد کی ہے اس لئے کہ ہر ایک بڑھتی ہوئی تباہی کے سیلاب کو دیکھ رہا ہے لیکن... صرف ایک قوم امید * (امید کے عمل کے ایک نیے کو کہتے ہیں ۔ جو کی ہدف تک نہ ہو نیچے کی کوشش کرتا ہے وہ اس کے انجام پذیر ہونے تک سرگرم رہتا ہے۔) قوی کے گھر کے چاروں طرف ہے اور ظہور کی حقیقت کو درک کرتی ہے ہر جمعہ کو نالہ و فریاد کرتی ہے۔ اور نماز صبح کے بعد پڑھتی ہے۔

اے آفتاب شادی عالم طلوع کن
تا چند ای امام زمان، غائب از نظر
تاکہ دعائے ندبه بخوانیم جمعه با
تا که به نوحه اشك برانیم از بصر

یہ معصوم کی چشم قبولیت کی تاثیر ہے کہ دعائے ندبہ ایک ادبی شہ پارہ ہونے کے باوجود جس میں کمال کی روانی پائی جاتی ہے۔ تاریخ کا ایسا نچوڑ ہے جو بعثت سے غدیر خم تک کے اہم سنگ میل کو نصب کرتی ہے اور پھر مرسل اعظم کا قول

"اے علی اگرتم نہ ہوتے تو مومنوں کی شناخت نہ ہوتی'' ایک ایسی مناسب جگہ پر ایمان کی کسوٹی کو رکھ دیا ہے جس سے تلاطم خیز جزبات انفرادی اور اجتماعی طور پر امنڈنے لگتے ہیں۔

ولایت علی علیہ السلام کی چھاؤں میں پرورده قوم گرتے گرتے اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور گرد سفر اٹھ کر اس کے جوش اور ولولے کو حیرت سے دیکھتی ہے۔ یہی دعا کے ذریعہ خلافت بلا فصل علی اور اس کے بعد فرزندان رسول امامت و ہدایت کی اجمالی تاریخ دلوں کو گرما دینے والے انداز میں بیان کرتی ہے۔ اس کے بیان میں نیا اسلوب اور حسن استفہام سے ایک گہرا سوز و گداز پیدا ہوتا ہے جس کے بعد قاری اور سامع کی فطرت

میں آل رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کی پاکیزہ الفت اور محبت جاگ اُٹھی ہے این الحسن این الحسین این ابناء الحسین ۔ کہاں ہیں حسن (ع) کہاں ہیں حسین (ع) اور کہاں ہے فرزندان امام حسین (ع) یعنی ائمہ اطہار علیہما السلام جو ایک کے بعد ایک ہدایت کے چراغ تھے ... یا این معز الاولیا و مذل الاعدا۔ اور آخر میں یہ بیان ہوتا ہے کہ کہاں ہے اپنے دوستوں کو عزت بخشنے والا اور دشمنوں کو ذلیل و خوار کرنے والا۔ اس طرح لفظ صاحب الزمان جب چاہنے والے کی زبان سے ادا ہوتا ہے تو اسکو حضرت کے اختیار و اقدار کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کا دل اپنے دستگیر کی پناہ کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

ملت شیعیان علی کی حیات و ممات پر عزاداری حسین مظلوم کی ایسی چھاپ بیٹھی ہوئی ہے جو تا قیامت اور قبل از قیامت یعنی اپنے امام کے ظہور تک اس امانت کو بچہ بچہ اپنے سینے سے لگائے ہے۔ عزائے حسین مظلوم علیہ السلام کا لازمہ ہے جو اس شعر میں ادا ہوا ہے۔ دل کی زینت دردِ حسینی لب کی زینت پائے حسین۔ آنکھ کی زینت خالص آنسو، سر کی زینت پائے حسین کے غم میں سوگوار قوم کے افراد کے کانوں میں جب دعا کا یہ فقرہ صدائے انتقام بن کر آتا ہے تو اس کی کیفیت کا انداز ایک درد مند دل ہی لگا سکتا ہے

اَیْنَ الطَّالِبُ بِدَمِ الْمَقْتُوْلِ بِکَرْبَلَا

کہاں ہے کربلا کے شہیدوں کے خون کا مطالبہ کرنے والا۔

اس دعا کے اسلوب میں روانی کے ساتھ صنعتوں کا استعمال الفاظ کی شان و شوکت ندرت بیانی اور عرفان و ایقان کے لئے طرز وطرح اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ اس دعا پر معصوم کی نظر خاص ہے۔ یہاں اس دعا کی شرح کےلیئے تفصیل طلب گنجائش نہیں ہے اگر موقع نصیب ہوا تو ایک ایک جملہ پر اس کی تشریح اور تصریح، ادبی، علمی، عقیدتی، عرفانی اور دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لحاظ سے وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہاں تو صرف چند جملے اور اسکے ترجمہ پر ہی اکتفا کرنا پڑے گا ۔ مثلا

یَابْنَ الْقَمَاقِمَۃِ الْاَکْرَمِیْنَ

اے فرزند سمندروں (یعنی بڑے سرداروں) کے جو بزرگترین ہیں

یَابْنَ الْبُدُوْرِ الْمُنِیْرَۃِ

اے فرزند مہتابوں کے جو روشن ہیں

یَابْنَ السُّرُجِ الْمُضِیْئَۃِ

اے فرزند چراغوں کے جو روشن ہیں

یَابْنَ الْعُلُوْمِ الْکَامِلَۃِ

اے فرزندان علوم کے جو کامل ہیں مکمّل ہیں

یَابْنَ النِّعْمَۃِ السَّابِغَاتِ

اے فرزند اللہ کی ان نعمتوں کے جو عام ہیں

یَابْنَ طٰہٰ وَالْمُحْکَمَاتِ

اے طہ اور کلمات کے فرزند

یَابْنَ یٰس وَالذَّارِیَاتِ

اے یاسین اور ذاریات کے فرزند

یَابْنَ الطُّوْرِ وَالْعَادِیَاتِ

اے طور اور عادیات کے فرزند

یَابْنَ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ

اے صراط مستقیم کے فرزند

اور آخر میں ان جملوں پر یہ دعا ختم ہوتی ہے
..... وَاسْقِنَا مِنْ حَوْضِ جَدِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ بِکَاسِہٖ وَ بِیَدِہٖ رَیًّا رَوِیًّا ہَنِیْئًا سَائِغًا لَّا ظَمْأَ بَعْدَہٗ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اور ہمیں اتنا سیراب کردے اپنے جد امجد کے حوض کوثر سے درود خدا ہے آنحضرت پر اور ان کی آل پر ان کے ساغر سے اور ان کے ہاتھ سے جس سے ہم خوش و خرم اور بشاش ہو جائیں اور کبھی پھر پیاس نہ لگے اے ارحم الراحمین۔

اے اللہ تبارک و تعالی یہ قوم فرزند زہرا سلام اللہ علیہا، حسین علیہ السلام کی تشنہ لبی پر صدیوں سے گریہ کناں ہے۔ معبود بھیج دے آپ کے فرزند امام زمانہ علیہ السلام کو جو منتقم خون حسین علیہ اسلام ہے تا کہ تم یہ نہ کہیں

محروم رفت از تو لب تشنة حسين
اے آب خاك شو كه ترا آبرو نه ماند

آخر میں اس دعائے ندبہ کے اسناد کے بارے میں بھی عرض کردوں۔ تا کہ مؤمنین و قارئین کو یقین عمیق ہو جائے کہ دعائے ندبہ حل مشکلات ہے۔ اس کے پڑھنے سے بہ اعجاز خداوندی دل کو سکون ملتا ہے اور الھام بخش ہونے کے ساتھ کشف و کرامات ظاہر ہوتے ہیں۔

۱ - کتاب المزار الکبیر - تالیف محمد بن جعفر المشھدی یا جو چھٹی ہجری کے معروف دانشمند اور محدث تھے۔

۲ - کتاب مزار قدیم۔ اس کے مولف مرحوم طبرسی صاحب کتاب احتجاج کے ہم عصر علماء ہیں۔

۳ - کتاب مصباح الزائر - تالیف شدہ از سید رضی ابن طاؤس جو ساتویں صدی ہجری کے اپنے زہد و ورع اور حدیث کے نقل کرنے میں بہت مشہور ہیں۔ علامہ مجلسی، جلد ۱۰۲, ص ۱۰۲ پر مذکورہ بالا کتابوں سے نقل کرتے ہیں کہ

ان تینوں کتابوں میں اس دعا کے بارے میں محمد بن علی بن یعقوب بن اسحاق بن ابی قرہ اور آپ نے محمد بن حسن بن سفیان البزوفری جو زمانہ غیبت صغری میں تھے، نواب خاص کے ذریعہ سے نقل کرتے ہیں کہ صاحب الامر نے حکم دیا ہے کہ اس دعا کو پڑھا کریں۔

وہ خدا وہ ہے جو ہماری شہ رگ سے قریب ہے اور ہمارے دل کی دھڑکنوں کا محاسب ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ ہمیں ہمارے امام سے کتنا علاقہ ہے۔ اے اللہ تبارک و تعالی ! ہمیں محبت امام زمانہ عطا فرما اور ہمارے نالہ و فریاد میں جو ہمارے امام کی غیبت میں بلند ہو رہے ہیں ان میں تاثیر عطا فرما اور ہمیں فرزند حسین مظلوم کے اعوان و انصار میں شمار فرما۔ آمین۔

شرح زیارت امام زمانہ علیہ السّلام بروز جمعہ

(۲) اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَیْنَ ا للهِ فِیْ خَلْقِہٖ

سلام ہو آپ پراے مخلوقات خدا کے نگراں و ذمہ دار۔

لفظ "عین" کے معنی ہیں آنکھ (سورہ مائدہ: آیہ ۵۴) اور اسی سے اسکے دوسرے معانی اخذ کئے جاتے ہیں جیسے چشمہ

(سورہ بقرہ: آیہ ۱۰)۔ قرآن کریم میں اس لفظ کا استعمال ان ہی دو معنی میں ہوا ہے۔ ورنہ یہ بہت سے مختلف معنی میں مستعمل ہے۔ عربی زبان کے معروف ادیب راغب اصفہانی کے نزدیک اس کے اصل معنی آنکھ کے ہیں اور دیگر معانی میں اسکا استعمال بطور استعارہ ہے۔ چناچہ ان کے خیال میں چشمہ کو جو عین کہتے ہیں وہ اسی تشبیہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ جس طرح آنکھ سے قطرات اشک ابلتے ہیں اسی طرح چشمہ سے پانی ابلتا ہے۔ (رجوع کرئے المفردات)

زیارت کے اس جملہ میں امام زمانہ کو خدا کی آنکھ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں خداوند متعال نے اپنی آنکھ کا ذکر کیا ہے۔ خطاب حق ہوتا ہے۔ فاصبر لحکم ربك انك بأعيننا

(سورہ طور : آیہ ۴۸)

”(اے رسول) آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیں، بیشک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ "

واضح ہے کہ توحید اسلامی کا تقاضا یہ ہے کہ خُداوند متعال ہر قسم کی تشبیه اور تجسیم سے پاک و مونزہ ہے۔ لہذا آنکھ کو اس کی طرف اضافت دینا اضافہ تشریفی ہے جیسا کہ خانہ کعبہ کو اسنے اپنا گھر اور حضرت صالح کی اونٹنی کو اپنی اونٹنی کہا ہے۔

اہل بیت اطہار علیہما السلام کی احادیث متواترہ کے مطابق ائمہ معصومین علیہم السلام خداوند عالم کی آنکھ ہیں۔ جو مخلوقات خدا کی نگرانی کرتے ہیں۔ اس زمرہ میں حدیثیں تو بہت ہیں لیکن تبرکاً دو حدیث قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ علامہ محمد باقر مجلسی نے اپنی مشہور کتاب بحار الانوار میں ایک مکمّل باب اِس موضوع پر درج کیا ہے اور اس میں ۶۳ حدیثیں نقل کی ہیں۔

الف) حیثمہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے خدائے عزوجل کا قول"و کل شیء هالك إلا وجهه (ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر خدا کا چہرا) کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

"وجھ (خدا کا چہرہ) سے مراد ہے خدا کا دین اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ اور امیر المومنین علیہ السلام اللہ کے دین ہیں اور اس کا چہرا ہیں اور اسکی آنکھیں ہیں کے بندوں کے درمیان۔ "

(بحار الانوار ج ۲۴, ص ۱۹۷، ح ۳۳ نقل از توحید صدوق ص۱۴۰)

(یہ بات آپ کے اذہان عالیہ میں محفوظ رہے کہ خدا کا چہرہ جسمانی نہیں ہے یہاں آئمہ معصومین علیہم السلام کو چہرہ اس لئے کہا گیا ہے کیوں کہ ان ذوات مقدسہ کے ذریعہ ہی انسان اپنے خالق کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے)۔

ب) امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

اِنَّ اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ: اَنَا عِلْمُ اللہِ وَ عَیْنُ اللہِ النَّاظِرَۃُ۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ کا علم ہوں ..... اور اسکی دیکھنے والی آنکھ۔

(بحارالانوار، ج ۲۴, ص ۱۹۸, ح ۲۵ نقل از توحید صدوق ۱۵۲، ۱۵۵)

خلاصہ یہ کہ آج کے دور میں ہمارے اور آپ کے امام زمانہ علیہ السلام ہی اہل بیت اطہار علیہم السلام کے نمائندہ ہیں اور اللہ تعالی کی وہ آنکھ جو مخلوقات خدا کی نگرانی کرتی ہے۔

(۳) اَلسَّلَامُ یَا نُوْرَ اللہِ الَّذِیْ یَہْتَدِیْ بِہٖ الْمُہْتَدُوْنَ وَ یُفَرَّجُ بِہٖ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ

سلام ہو آپ پر اے نور خدا جس سے ہدایت یافتہ افراد ہدایت پاتے ہیں اور صاحبان ایمان کو کشادگی حاصل ہوتی ہے۔

شیعہ اور سنی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام خدا کے نور ہیں جن کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت کی جاتی ہے ۔ قرآن کریم میں آیہ نور اور اسکی تفسیر ملاحظہ ہو۔

ٱللَّهُ نُورُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِۦ كَمِشْكَوٰةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ ٱلْمِصْبَاحُ فِى زُجَاجَةٍ ۖ ٱلزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَـٰرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِىٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِى ٱللَّهُ لِنُورِهِۦ مَن يَشَآءُ ۚ وَيَضْرِبُ ٱللَّهُ ٱلْأَمْثَـٰلَ لِلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ (سورہ نور: ۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ کی روشنی دینے لگے اگر چہ اسے آگ نہ بھی چھوئے تو پر نور ہے اللہ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے لوگوں کے لئے مثالیں اللہ بیان فرمارہا ہے اور اللہ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مشہور سنی عالم ابن مغازلی شافعی اپنی کتاب "المناقب" میں روایت نقل کرتے ہیں کہ علی بن جعفر فرماتے ہیں میں نے امام ابو الحسن علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس قول

" **كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ** " کے بارے میں سوال کیا آپ علیہ السلام نے فرمایا

"مشکوۃ (طاق) سے مراد جناب فاطمہ زہراء علیہا السلام ہیں اور المصباح (چراغ) سے مراد امام حسن اور امام حسین علیہ السلام ہیں (**الزجاجة كانّها كوكب درّىٌ**) اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے ستارے کے ہونے سے مراد لے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام تمام کائنات کی عورتوں کے درمیان ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں۔ " **يُوْقَدُ مِنْ شجرةٍ مُبَارَكَةٍ**" سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ "لا شرقية ولا غربة» یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی (عیسائی)۔ "يكاد زينتها يضى" خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے، یعنی عنقریب اس سے علمی گفتگو صادر ہوگی **"ولوٴ لم تمسسه نار نور على نور"** (اگر چہ اسے آگ نہ بھی چھوئے نور پر نور ہے) یعنی اس سے ایک کے بعد دیگر امام ہوں گے **"يهدي الله لنوره من يشاء)"**

اللہ جسے چاہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے) یعنی اللہ جسے چاہے ہماری ولایت و امامت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ "

(مناقب ابن مغازلی ص ۳۱۷)

یہ تو رہی روایت اہل سنت کی کتابوں سے۔

جہاں تک شیعہ روایتوں کا تعلق ہے تو یہاں بھی روایتیں بہت ہیں۔ انہیں میں ایک حدیث آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

جابر بن عبد اللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد کوفہ میں داخل ہوا جبکہ امیر المومنین علیہ السلام اپنی انگلیوں سے کچھ لکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے میں نے سوال کیا یا امیر المومنین! آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو اس آیت کی تلاوت کرے اور جو اسکی معرفت کا حق ہے اسے نہ پہچانے۔میں نے دریافت کیا "کون سی آیت یا امیر المومنین؟'' آپ نے فرمایا :

خدا کا قول " **اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ** " المشکوۃ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں ۔ "فیھا مصباح" میں ہی وہ چراغ ہوں "فی زجاجۃ شیشہ سے مراد (امام) حسن اور حسین علیہم السلام ہیں "کانھا کوکب دری" سے مراد علی بن الحسین علیہم السلام ہیں "یوقد من شجرۃ مبارکۃ" محمد بن علیہما السلام ہیں "زیتونۃ" جعفر بن محمد علیھما السلام ہیں۔" **لا شرقیۃ** " موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں " **وَلَا غربۃ** " علی بن موسی الرضا علیہما السلام ہیں۔ **یَكَادُ زَيْتُهَا يَضِیءُ** " محمد بن علی علیھا السلام " **وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ** " علی بن محمد علیہ السلام ہیں۔ نور علی نور" الحسن بن علی علیہ السلام ہیں " **يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَشَآءُ** " القائم المہدی علیہ السلام ہیں۔

(غایۃ المرام از سید ہاشم بحرانی ص ۳۱۸)

یہ روایت آیہ نور کی تفسیر باطن تھی۔ مرحوم شیخ ہادی تھرانی (اعلی اللہ مقامہ) نے اس پر ایک مکمل مضمون تصنیف کیا ہے جس کا نام تھا "**رسالۃ النوریہ**" جو گہری معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس مضمون کا مطالعہ کرے۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ایک باب (باب ۱۸) میں ۴۲ حدیثیں درج کی ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام اللہ کے نور ہیں۔ تفصیلات کیلئے رجوع کریں جلد ۲۳، ص ۳۰۴، اسی باب سے ایک حدیث قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں
۔

ابو خالد کابلی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآن کریم کی اس آیت "**فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلنُّورِ ٱلَّذِیٓ أَنزَلۡنَاۚ**

(سورہ تغابن : آیہ ۸)

کے بارے میں سوال کیا۔ آپ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا

"اے ابو خالد! خدا کی قسم نور سے مراد آل محمد صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ائمہ علیہم السلام ہیں تا روز قیامت خدا کی قسم وہی اللہ کے نور ہیں جسے نازل کیا گیا ہے۔ خدا کی قسم وہ اللہ کے نور ہیں آسمانوں اور زمینوں میں۔

اے ابو خالد خدا کی قسم امام کا نور مومنین کے دلوں میں دن میں چمکتے ہوئے سورج سے زیادہ روشن ہے۔ خدا کی قسم وہ (ائمہ) مومنین کے دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ اللہ جس سے چاہتا ہے اپنے نور کو پوشیدہ کر دیتا ہے اور نتیجتا ان کے دل سیاہ و تاریک ہو جاتے ہیں۔

اے ابو خالد خدا کی قسم کوئی بھی شخص ہم سے اس وقت تک محبت نہیں کریگا اور ہماری ولایت کو قبول نہیں کرے گا جب تک اللہ اس کے دل کو پاک و طاہر نہ کردے۔ اور اللہ اس وقت تک کسی شخص کے دل کو پاک و طاہر نہیں کرتا جب تک وہ ہمارے سامنے سر سلیم خم نہ کرے جب وہ ہمارے سامنے سر تسلیم خم کرے گا اللہ اسے شدید حساب سے محفوظ رکھے گا اور قیامت کبری کے عظیم خوف سے اسے بچا لے گا۔ "

(بحارالانوار، ج ۲۳, ص ۳۰۸، ح ۵، بحوالہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی، ذیل آیہ مذکور)

ظاہر ہے کہ جب امام نور ہیں اور وہ معنوی نور ہیں جو ہستی انوار سے لامتناہی طور پر قوی اور شدید ہیں، تو اس معنوی نور کے اثرات بھی اتنے ہی قوی ہیں۔ ان اثرات میں سے دو کا ذکر زیارت کے اس جملہ میں کیا گیا ہے۔ یعنی اس نور کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت ہوتی ہے اور مؤمنین (جو ہدایت یافتہ ہیں) ان کو کشادگی عطا کی جاتی ہے۔ کشادگی کے لئے لفظ "فرج" استعمال ہوا ہے, اور روایتوں میں ہمیں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ ہم اس کشادگی یعنی "فرج'' کا انتظار کریں مثلا امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں

اِنْتَظِرُوْا الْفَرَجَ وَلَا تَيْئَسُوْا مِنْ رُوْحِ اللهِ فَاِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللهِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ

کشادگی کا انتظار کرو کیونکہ اللہ کے نزدیک محبوبترین عمل کشادگی کا انتظار کرنا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کشادگی کا انتظار نہ صرف یہ کہ ایک خوب ترین شے ہے بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک بہترین اور محبوبترین عمل یہی ہے اور کشادگی اس دنیا میں صرف اور صرف امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کے بعد حاصل ہوگی اور آخرت میں کشادگی صرف ان لوگوں کو ملے گی جو ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت، ولایت اور سر پرستی کے قائل ہوں گے۔

البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ معنوی کشادگی کیلئے خارجی اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ نفس کی پاکیزگی اور اہل بیت اطہار علیہما السلام سے تمسک ہی کافی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا

وَ اَکْثِرُوْا الدُّعَاءَ لِتَعْجِیْلِ الْفَرَجِ فَاِنَّ ذَالِکَ فَرَجُکُمْ

دیکھو کشادگی کے جلد ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ دعا کرو کیونکہ بیشک یہی (دعاء) تمہاری کشادگی ہے۔

آئے ہم سب مل کر بارگاہ خداوند متعال میں دعا کریں "پروردگارا! ہمارے ولی حضرت حجت بن الحسن کے ظہور میں تعجیل فرما۔"

تفاسیر قرآن میں امام مہدی علیہ السلام کے القاب

قرآن کریم ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، یہ کتاب اللہ کا کلام ہے، جس کے الفاظ وقتا فوقتا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دہن مبارک سے جاری ہوئے۔ اگر قرآن میں یہ ہوتا، اگر قرآن میں وہ ہوتا کی گنجائش خلاق عالم کے کلام میں قطعی نہیں کیونکہ خالق قرآن نے اسے تمام علوم کا مجموعہ بنایا ہے۔ خالق کائنات نے اپنے بلیغ کلام میں ان تمام معلومات کو بھر دیا ہے جس کی احتیاج انسان کو ہو سکتی ہے یا ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو عقیدہ قرآن میں ہے وہ اسلامی عقیدہ ہے اور وہی دین حق ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اپنے چند صفحات میں تمام علوم کو سمیٹنے والی یہ کتاب آسان نہ ہوگی۔ اس کے مفاہیم ہر شخص کی سمجھ میں آنے والے نہ ہوں گے۔ لہذا جس طرح ہر کتاب کو پڑھنے اور سمجھانے کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن کی تعلیم کے لئے اس کی تشریح و تفسیر کرنے کے لئے معام و مفسر کی ضرورت ہے اور اس کا بھی انتظام حق تعالی نے فرمایا۔ قرآن کے علوم کی وضاحت کے لئے اللہ نے صاحبان علم و حکمت کو مبعوث کیا اور یہی حضرات علوم الہی کے خزانہ کی کنجیاں ہیں اور " **خَازِنُ كُلِّ عِلْمٍ وَ فَاتِقُ كُلِّ رَتْقٍ** " ، یعنی ہر علم و دانش کی کلید ہیں اور ہر بندش (یعنی علمی گرہوں) کو کھولنے والے ہیں۔ اسی لئے ضروری ہے کہ قرآن کے مفاہیم کو سمجھنے کے لئے اور اس کی تفسیر اور تاویل کو جاننے کے لئے ان مقدس ہستیوں کے در پر جبین نیا زخم کی جائے تا کہ یہ ہمیں قرآن کریم کے حقیقی علم سے آگاہ کریں۔ قرآن میں اللہ نے خود بھی "راسخون في العلم،" تو کبھی " **اَہْلِ الذِّکْر** " اور کبھی امام مبین کہہ کر ان بزرگوں کی تعریف کی ہے۔ اس لئے تفسیر قرآن اور اس کی تاویل صرف اور صرف ان حضرات کے ذریعہ ممکن ہے۔

لہٰذا اپنی اس گفتگو میں ہم صرف اقوال ائمہ علیہم السلام سے ہی استفادہ کریں گے کیونکہ تفاسیر اہل بیت علیہم السلام ہی میں قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ یوں تو پورا قرآن اہل بیت علیہم السلام کی مدح و ثنا ہے مگر اس مضمون میں ہم ان آیات پر نظر ڈالیں گے جس میں صراحتا اس شخصیت کا ذکر ہے جو احکام و قوانین قرآن کو نافذ کرے گا اور اس کی آیتوں کی تاویل کرے گا۔ اس وارث قرآن کو اللہ نے کئی القاب سے یاد کیا ہے جن میں سے کچھ کو یہاں اختصار سے بیان کیا جا رہا ہے۔

(۱) الصراط السوی - سیدھا راستہ

قُلۡ كُلّٞ مُّتَرَبِّصٞ فَتَرَبَّصُواْۖ فَسَتَعۡلَمُونَ مَنۡ أَصۡحَٰبُ ٱلصِّرَٰطِ ٱلسَّوِيِّ وَمَنِ ٱهۡتَدَىٰ (سورہ طہ ،آیت ۱۳۵)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ ہر شخص (اپنے انجام کار کا منتظر ہے تو آپ بھی انتظار کیجئے پھر تو تمہیں بہت جلد معلوم ہوجائے گا کہ سیدھی راہ والے کون کون ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔

تفسیر

حضرت امام موسی کاظم علیہ اسلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

الصراط السوی (سیدھی راہ) سے مراد (حضرت) قائم علیہ السلام ہیں اور ہدایت سے مراد ان کی اطاعت کی طرف ہدایت ہے۔ اس کی مثال اللہ کی کتاب میں اس طرح ملتی ہے

وَإِنِّي لَغَفَّارٞ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا ثُمَّ ٱهۡتَدَىٰ

(سورہ طہ ،آیت ۸۲)

جو شخص ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے پھر ثابت قدم رہے تو اس کو ضرور بخشنے والا ہوں۔

اور پھر آپ نے فرمایا :

ہدایت پاتا ہے ہماری اطاعت کی طرف۔

(البرہان، ج ۳ ص ۵۰، المحجہ ، ص ۱۳۶: غایتہ المرام، ص ۴۵۵)

اس آیت کی تفسیر میں امام کاظم علیہ السلام نے حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کو ہدایت کا سیدھا راستہ بتایا ہے اور ان کی اطاعت کی طرف اللہ لوگوں کی ہدایت فرماتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ امام زمانہ علیہ اسلام اس زمین پر اللہ کی حجت ہیں اور ان کی اطاعت اور معرفت ہی اللہ کی اطاعت اور معرفت ہے۔

احادیث ائمہ معصومین میں یہ جملہ ملتا ہے۔

بِنَا عَبْدُ اللهُ وَ بِنَا عُرِفَ اللهُ

ہمارے ذریعہ ہی اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور ہمارے ذریعہ ہی اللہ کو پہچانا جاتا ہے۔

زیارت جامعہ میں ہم پڑھتے ہیں :

وَ مَنْ قَصَدَہٗ تَوَجَّہٗ بِکُمْ

جو خدا کا قصد کرنا چاہتا ہے وہ آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر اللہ کی معرفت حاصل کرنی ہے تو ان کی معرفت حاصل کی جائے اور اگر اس کی توجہ حاصل کرنا ہو تو ان کی توجہ حاصل کی جائے۔ اولیائے خدا کا یہ شعار رہا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے دور کے امام کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے چاہے وہ جناب سلمان فارسی ہوں، جناب ابوذر ہوں، جناب حبیب ابن مظاہر ہوں یا جناب علی بن یقطین ہوں۔ یہ سارے موالیان امام علیہ السلام اپنے دور کے وجہ اللہ کی طرف ہر وقت متوجہ رہتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ دعائے ندبہ میں پکارنے والا اس دور کے وجہ اللہ کو ان جملوں سے پکارتا ہے :

اَیْنَ وَجْہُ اللہِ الَّذِیْ یَتَوَجَّہُ الْاَوْلِیَآءِ

کہاں ہے اللہ کا وہ چہرہ جس کی طرف اولیائے خدا توجہ کرتے ہیں۔

دعائے ندبہ میں ہی ائمہ معصومین علیہم السلام کے لئے یہ جملہ ملتا ہے:

فَکَانُوْا ہُمُ السَّبِیْلُ اِلَیْکَ وَالْمَسْلَکَ اِلیٰ رِضْوَانِکَ

وہ (ائمہ) تیری طرف لے جانے والے راستے ہیں تیری رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اس دور میں وہ راستہ امام زمانہ علیہ السلام ہیں۔

اسی لئے قرآن نے آپ کے لئے اصحاب صراط السوی کا لقب استعمال کیا ہے۔

(۲) نور اللہ ... اللہ کا نور

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔواْ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَـٰفِرُونَ (۸) هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ (سورہ الصف: ۸,۹)

یہ لوگ پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں حالا کہ خدا اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا اگر یہ کفار برا ہی کیوں نہ مائیں۔ وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے اور تمام ادیان پر غالب کرے اگر چہ مشرکین برا ہی کیوں نہ مائیں۔

تفسیر

امام موسی کاظم علیہ السلام اس آیت کی تفسیر محمد بن فضیل کو اس طرح بتلاتے ہیں :

وہ لوگ پھونک مار کر امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کو بجھانا چاہتے ہیں۔

فضل نے پوچھا: حالانکہ اللہ اپنے نور مکمل کرے گا کے کیا معنی ہیں؟ حضرت علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :

اللہ (نور) امامت کو مکمل کریگا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا یہاں نور سے مراد امام ہیں۔

فضیل نے پھر دریافت کیا: وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایات اور سچے دین کے ساتھ بھیجا اس سے مراد کیا ہے؟ حضرت علیہ السلام نے جواب دیا :

اس سے مراد وہی ہے جس نے اپنے رسول کو اس کے وصی کی وصایت کے بارے میں حکم دیا۔ وہی دین حق ہے۔

فضیل نے پھر سوال کیا: "تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے" کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا :

تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے قیام قائم کے ذریعہ پر آپ نے خود فرمایا : اور اللہ فرماتا ہے حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کرے گا، یہ نور ولایت قائم ہے چاہے کافروں کو علی علیہ السلام کی ولایت بری کیوں نہ لگتی ہو۔

(الکافی، ج ۱, ص ۴۳۲)

اس آیت کی مزید وضاحت کے لئے امام صادق علیہ السلام کے یہ جملہ کافی ہیں :

بخدا اس آیت کی تاویل اب تک نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی جب تک کہ قائم علیہ السلام ظاہر نہ ہوں جائیں۔ پس جب وہ ظاہر ہوں گے تو کافر باقی نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی امامت میں شرک کرنے والا ہوگا مگر یہ کہ اسے ان کا خروج برا لگے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ..... یا مشرک کسی چٹان کے اندر بند ہوگا تو وہ کہے گا: اے مومن ایک کافر میرے اندر ہے تو مجھے توڑ کر اُسے قتل کردے۔

(کمال الدین ، ج ۲ ص ۶۷۰)

یوں تو ہر امام نور اللہ ہے لیکن یہ لقب امام مہدی علیہ السلام کے لئے قرآن نے استعمال کیا ہے۔ شاید اس لئے کہ جب آپ ظہور فرمائیں گے اور قیام کریں گے تو اللہ آپ کے ذریعہ اس زمین کو منور کرے گا۔ زمین پر صرف اسلام کا بول بالا ہو گا۔ اس طرح زمین ظلمتوں سے پاک ہو کر منور ہو جائے گی۔

اس وقت کا حال اللہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَأَشْرَقَتِ ٱلْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ ٱلْكِتَـٰبُ وَجِاْىٓءَ بِٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيْنَهُم بِٱلْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

(سور و الزمر، آیت ۶۹)

زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور اعمال کی کتاب (لوگوں کے سامنے رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور شہداء لائے جائیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر (ذرہ برابر) ظلم نہیں کیا جائے گا۔

صادق آل محمد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں :

رَبُّ الْاَرْضِ يَعْنِىْ اِمَامُ الْاَرْضِ، فَقُلْتُ: فَاِذَا خَرَجَ يَكُوْنُ مَا ذَا؟ قَال: اِذًا يَسْتَغْنِىْ النَّاسُ عَنْ ضَوْءِ الشّمْسِ وَ نُوْرِ الْقَمَرِ وَ يَجْتَزُوْنَ بِنُوْرِ الْاِمَامِ۔

زمین کا پروردگار یعنی زمین کا امام- راوی نے سوال کیا: تو جب وہ امام ظاہر ہوگا تو کیا ہوگا ؟ فرمایا: (جب وہ ظاہر ہوگا) تو لوگ سورج کی روشنی اور چاند کے نور سے مستغنی ہو جائیں گے (کیونکہ) یہ شمس و قمر کے نور کا چھوٹا سا جز ہیں۔

(الصافی، ج ۴, ص ۳۳۱؛ المحجّہ، ص ۱۸۴؛ نورالثقلین، ج ۴ ص ۵۰۳)

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ بِنُوْرِهٖ كُلَّ ظُلْمَةٍ

(صلوات ضراب اصفہانی، صحیفہ مہدیہ)

(۳)الماء المعین - بہتے پانی کا چشمہ

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَآءٍ مَّعِينٍ (سورة الملک، آیت ۳۰)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی زمین کے اندر چلا جائے تو کون ایسا ہے جو تمہارے لئے پانی کا چشمہ نکال دے۔

تفسیر

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہِ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اے عمار یقینا اللہ بزرگ و برتر نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ حسین علیہ السلام کی صلب سے نو اماموں کو ظاہر کرے گا ان میں سے نواں غیبت میں چلا جائے گا اور یہی اللہ نے مراد لیا ہے اس آیت میں "قل آریتم إن أصبح ماؤگم وام یاگم بماء موین" ۔ اس کی ایک طویل غیبت ہوگی ایک گروہ اس دوران (ایمان) سے پلٹ جائے گا اور دوسرا اس پر ثابت قدم رہے گا اور جب زمانے کا آخری دور ہوگا تو وہ ظاہر ہوگا اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ وہ قرآن کی تاویلیں پر جنگ کرے گا جس طرح میں نے جنگ کی اس کی تنزیل پر۔ اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کی شباہت لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے ہوگی۔ اے عمار بہت جلد میرے بعد فتنہ ہوگا اور جب ایسا ہو تو تم علی علیہ السلام اور ان کے گروہ کی اتباع کرنا۔

(کفایة الاثر، ص ۱۲۰؛ البرہان، ج ۴ ص ۳۶۶؛ المحجّہ، ص ۲۲۸؛ العوالم، ج ۱۵, ص ۱۱۵)

ایک اور حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

یہ آیت قائم علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

آپ نے مزید فرمایا :

اگر تم پاؤ کہ تمہارا امام غائب ہے اور تم نہ جان سکو کہ وہ کہاں ہے تو تم کہاں سے امام ظاہر پاؤ گے جو تمہیں زمین و آسمان کی خبریں سنائے اور اللہ کے حلال و حرام کی تعلیم دے۔ بخدا اس آیت کی تاویل نہیں ہوئی ہے اور اس کی تاویل اسوقت ممکن بھی نہیں ہے۔

(کمال الدین، ص ۳۳۵: الصافی، ج۵ ص ۲۰۶؛ اثبات الہداۃ، ج ۳, ص ۴۹۷)

پانی ایک ایسی چیز ہے جس کی ضرورت ہر ذی روح کو ہوتی ہے, دنیا کا دو تہائی سے زیادہ حصہ پانی ہے۔ اسی لئے زمین پر حیات باقی ہے۔ دوسرے ستاروں پر جب سائنسداں زندگی ڈھونڈتے ہیں تو در اصل وہ وہاں پانی تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کسی سیارے پر

پانی ہوگا تو وہاں زندگی کا وجود ہوگا کیونکہ پانی زندگی کی علامت ہے۔ اسی طرح اگر کہیں پانی غائب ہو جائے تو وہاں سے زندگی ختم ہو جائے گی اور وہ جگہ ویران ہو جائے گی۔

اسی کے ساتھ ساتھ جتنا سکون جلتے ہوئے سینے کو ٹھنڈا پانی پہنچاتا ہے اتنا دنیا کی کوئی چیز نہیں پہنچاسکتی ۔ بس جب دین ظلم و جور کی تپش میں جل کر فنا ہونے والا ہو گا تو اللہ اِس غائب چشمے کو ظاہر کرے گا اور مردہ زمین کو اس چشمے سے سے دوبارہ زندہ کر دے گا۔

یہ چشمہ ذات مقدس حضرت ولی عصر ارواحنا لہ فداء ہیں

(۴) بقیت اللہ في أرضه - زمین پر اللہ کی باقی ماندہ حجت

بَقِيَّتُ ٱللَّهِ خَيۡرٌ لَّكُمۡ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَۚ وَمَآ أَنَا۠ عَلَيۡكُم بِحَفِيظٖ (سورة ہود، آیت ۸۶)

خدا کی باقی (ماندہ حجت) تمہارے لئے کہیں بہتر ہے اگر تم صاحب ایمان ہو جب کہ میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

<u>تفسیر</u>

ابن صباغ مالکی جو اہل سنت کے ایک زبردست عالم ہیں فصول المہمہ میں ایک طولانی حدیث امام آخر الزمان علیہ السلام کے ظہور کی علامات میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کے آخر میں لکھتے ہیں... کہ اس وقت ہمارا قائم (علیہ السلام) ظہور کرے گا اور خانہ کعبہ کی دیوار پر سہارا دے کر کھڑا ہوگا اور خالص مومنین میں سے تین سو تیرہ آدمی اس کے پاس جمع ہوں گے تو سب سے پہلے وہ اس آیت: " **بَقِيَّةُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ، وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ** " کی تلاوت کرے گا اور کہے گا میں بقیت اللہ ہوں اس زمین پر اس کا خلیفہ ہوں اور تم لوگوں پر اس کی حجت ہوں۔ اس وقت لوگ انہیں یا بقیت اللہ کہہ کر خطاب کریں گے۔

(الفصول المہمہ، ص ۳۰۲؛ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۳۲۴؛ اعلام الوری، ص ۴۳۳؛ نورالثقلین، ج ۲ ص ۲۱۲؛ الصافی، ج ۲, ص ۴۶۸) حضرت امام صادق علیہ السلام سے حدیث ملتی ہے کہ " **لَوْلَا الْحُجَّةُ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَہْلِہَا** " اگر روئے زمین پر (اللہ کی) حجت نہ ہو تو زمین اپنے رہنے والوں کے ساتھ دھنس جائے گی۔ دیگر احادیث سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ زمین باقی رہے گی تو صرف حجت خدا کے دم سے

یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں سے ایک فردا ایسا ہو گا جو زمین پر اللہ کی حجت ہوگا۔ سنہ ۲۶۰ ہجری میں جب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تب سے لے کر آج تک یہ جو کائنات باقی ہے اور اس کے رہنے والے موجود ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اولاد میں سے ایک فرد ہے جس کے وجود کی برکت سے آج بھی یہ سب قائم ہے۔ ورنہ زمین کب کی خلاء میں بکھر گئی ہوتی۔ اسی وجود با برکت کو ہمیشہ آنکھیں تلاش کرتی ہیں۔

اَیْنَ بَقِیَّۃُ اللہِ الَّتِیْ لَا تَخْلُوْا مِنَ الْعِتْرَۃِ الْہَادِیَۃِ

(دعائے ندبہ)

(۵)اولی المظلوم - مظلوم کا ولی (وارث)

وَلَا تَقْتُلُواْ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِی حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ۗ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِۦ سُلْطَٰنًا فَلَا يُسْرِف فِّى ٱلْقَتْلِ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ مَنصُورًا (سورۃ الاسراء، آیت ۳۳)

اور جان کا مارنا خدا نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر اور جو شخص ناحق مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قاتل پر قصاص کا) اختیار دیا ہے تو اسے چاہیئے کےقتل (کا بدلہ لینے) میں زیادتی نہ کرے بیشک اس کی مدد کی جائے گی۔

<u>تفسیر</u>

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں :

وہ حسین ابن علی (علیہ السلام) ہیں جو مظلوم قتل کئے گئے اور ہم ان کے ولی (وارث) ہیں اور قائم ہم میں سے ہیں جب وہ قیام کریں گے تو امام حسین (علیہ السلام) کے خون کا بدلہ لیں گے۔ (اس آیت میں مقتول سے مراد امام حسین (علیہ السلام) ہیں اور ان کے ولی قائم ہیں اور قتل میں اسراف کے معنی ہیں اسے قتل کیا جائے جو آپ کے قتل میں شامل نہ تھا۔

"یقینا ان کی مدد کی جائے گی" یعنی یہ دنیا اس وقت ختم نہ ہوگی جب تک کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک فرد کی مدد نہ کی جائے تا کہ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

(العیاش، ج ۲, ص ۲۹۰؛ المحجّہ، ص ۱۲۸؛ البرہان، ج ۲, ص ۴۱۹؛ نورالثقلین، ج ۳، ص ۱۶۳)

تاریخ انسانیت کے صفحات مظلوموں کی داستانوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن مظلومیت کی انتہا کا دوسرا نام کربلا ہے۔ خداوند متعال نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم کو پسند کرتا ہے۔ بلکہ وہ ہر ہونے والے ظلم کا انتقام لے گا۔ **وَسَيَعْلَمُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ**

(سورہ شعراء، آیت ۔ ۲۲)

جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں عنقریب یہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔

بقینا سید الشہدا کے قتل کا انتقام لینے کے لئے مومنین بے چین ہیں اور انتظار ہے وارث حسین کے ظہور کا کہ جب آپ ظہور فرمائیں گے تو آپ کے ساتھ ملکر خون ناحق کا بدلہ لیا جائے۔ دعاء ندبہ میں ہم اس طرح اس وارث حسین علیہ السلام کو پکارتے ہیں۔

اَيْنَ الطَّالِبُ بِدَمِ الْمَقْتُوْلِ بِكَرْبَلَا

کہاں ہے وہ جو کربلا کے شہیدوں کے خون کا بدلہ لے گا۔

(۶) المضطر المجاب - وہ مضطر جس کی دعا مستجاب ہوتی ہے

أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ

(سورۃ النمل، آیت ۶۲)

وہ کون ہے جب مضطر اسے پکارتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم لوگوں کو زمین میں نائب بناتا ہے۔ تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے۔ اس پر بھی تم لوگ بہت کم نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہو۔

تفسیر

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

یہ آیت قائم آل محمد علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ وہی مضطر ہیں جب وہ مقام ابراہیم کے قریب دو رکعت نماز ادا کریں گے اور اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ

ان کی دعا کو مستجاب کرے گا اور ان کی مصیبت کو دور کر کے انہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا۔

(الصافی، ج ۴، ص ۷۱؛ اثبات الہداۃ، ج ۳ ص ۵۵۳؛ البرہان، ج ۳، ص ۲۰۸؛ نور الثقلین، ج ۴ ص ۹۴)

یوں تو اللہ ہر مضطر اور غمزدہ دل کی آواز کو سنتا ہے اور اس کی فریاد بر لاتا ہے لیکن کچھ مضطر آوازیں ایسی ہیں جن کو کبھی نہیں پلٹاتا۔ امام زمانہ علیہ السلام و مظلوم مضطر ہیں جن کے دل پر کربلا کے واقعات کا زخم ہونے کے ساتھ ساتھ چاہنے والوں کی پریشانیوں کا صدمہ بھی ہے۔ علاوہ ازیں دشمنان اسلام کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچائے جانے پر بھی آپ کا دل ملول ہے۔ ایک شیعہ جس کو ملاقات امام کا شرف حاصل ہوا ہے کہتا ہے جس نے امام علیہ السلام کی آنکھوں کے لیے نیچے نیل دیکھا۔ وجہ دریافت کی تو امام نے فرمایا :

میرے شیعوں سے کہہ دینا کہ میرے رونے کے لئے میرے جد بزرگوار کاغم کم نہیں کہ میں ان کے اعمال کو دیکھ کر گریہ وزاری کروں۔ شاید اسی لئے آپ کو قرآن نے اس لقب مضطر المجاب سے یاد کیا ہے۔

اسی اختصار پر قلم کو روکتے ہوئے اللہ تعالی سے دست بدعا ہوں کہ پروردگار اپنے ولی کے ظہور میں تعجیل فرمائے تاکہ وہ شہیدان کربلا کے خون کا بدلا لیں جو اپنے دوستوں کو عزت بخشے اور دشمنوں کو بالخصوص جنہوں نے تفسیر قرآن میں خیانت کی ہے انہیں ذلیل اور رسوا کرے۔ آمین ۔

امام زمانہ علیہ السّلام اور فقہی احکام

دنیا کا دستور ہے کہ جب کسی کی شخصیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے تو انداز لگانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے اپنی زندگی میں کیا کیا اور دوسرے اس نے آنے والی نسل کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ ہمارے موضوع کا تعلق دوسرے طریقے سے ہے۔ یوں تو ہم شیعہ اثنا عشری امام کی عصمت اور اُنکے علم کو وہبی مانتے ہیں لیکن جب ہم کسی امام کی سیرت جاننا چاہتے ہیں تو سب سے اہم اور سب سے زیادہ جس پہلو پر اپنی نظر مرکوز کرتے ہیں وہ ہر امام کی علمی وراثت ہے۔ امام نے اپنے آباء و اجداد کی کون کون سی باتیں ہمارے لئے بیان کی ہیں اور خود امام نے کون کون سے موقعہ اور حالات میں ہماری رہنمائی کے لئے عملی خزانہ کے طور پر باتیں بتائی ہیں۔ اللہ کا شکر ہے ہم ایسے اماموں کی امامت کے قائل ہیں جنکے علمی بیانات ہر میدان کو سر کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن وہ بیانات جنکا تعلق ہماری عملی زندگی سے ہے اور اگر ہم انہیں اپنی روز مرہ کی زندگی میں شامل کر لیں تو دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں علمی خزانے عمل کے لحاظ سے ہمارے لئے زیادہ اہم ہیں خاص کر اس پر آشوب ماحول میں جہاں بعض نادان شیعہ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اسلام ہماری زندگی کے ہر خلا کو پر نہیں کر سکتا ہے۔ جبکہ انہیں یہ پتہ نہیں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غدیر کے خطبہ میں ارشاد فرما دیا تھا کہ اے لوگو ہر وہ چیز جنہیں جنت سے قریب کردے میں نے تمہیں بتادی ہے اور ہر وہ چیز جو تمہیں جہنم سے دور کردے میں بتادی ہے۔

اب اگر پیغمبر کے اس قول سے آگاہی کے بعد بھی کوئی ایسی باتیں کرتا ہے تو گویا اس نے پیغمبر کی باتوں کو جھٹلایا ہے اور پیغمبر کی باتوں کو جھٹلانے والا مومن نہیں رہ جائے گا۔ ان تمہیدی جملوں کے بعد آئیں آپ کو امام زمان علیہ السلام کے بیان کردہ کچھ فقہی احکام کی سیر کرادوں۔ یہ مسائل امام زمانہ علیہ السلام نے بعض عظیم مراجع اور بعض مومنین کے سوال کے جواب میں مرقوم فرماتے ہیں۔

انھیں میں سے ایک خط جسے احتجاج، ج ۲، ۳۰۰-۲۹۸ میں مرحوم طبرسی نے نقل کیا ہے ...

(۱) آپ نے جو سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز کے تعلق سے سوال کیا ہے؟ پس اگر وہ اسی طرح ہے جس طرح لوگ کہتے ہیں **اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرَنَیِ الشَّیْطَانَ وَ**

تَعْزُبُ بَيْنَ قَرْنَىْ الشَّيْطَانَ سورج طلوع ہوتا ہے شیطان کی دو سینگ کے درمیان اور غروب ہوتا ہے شیطان کی دو سینگ کے درمیان۔

طلوع آفتاب سے پہلے نماز صبح کا وقت اور غروب کے بعد نماز مغرب کا وقت ہے پر شیطان کی سب سے بڑی کوشش کہ وہ انسان کو نماز سے روکے جو لوگ ان وقتوں میں نماز ادا کرتے ہیں وہ شیطان کی سینک رگڑ دیتے ہیں۔

پس نماز سے بہتر شیطان کی ناک رگڑنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے پس نماز پڑھو اور شیطان کو ذلیل کرو۔

(۲) اور تم نے جو یہ سوال کیا ہے کہ کوئی شخص امام کے لئے وقف کرتا ہے اگر واقف کو اس چیز کی ضرورت ہو تو کیا واقف اِس چیز کو واپس سے لے سکتا ہے؟

اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اس آدمی نے وقف کے بعد موقوف علیہ کے قبضہ میں نہیں دیا ہے تو وہ واپس لے سکتا ہے لیکن اگر اس نے موقوف علیہ کے حوالے کر دیا ہے تو اس کو واپس لینے کا حق نہیں ہے چاہے اس شخص کو اسکی ضرورت ہو یا نہ ہو، اس چیز کا محتاج ہو یا محتاج نہ ہو۔

(۳) اور تم نے جو یہ سوال کیا ہے کہ ہمارا یعنی امام کا مال اگر کسی کے ہاتھ میں ہو کیا وہ امام کی اجازت کے بغیر استعمال کر سکتا ہے؟

ہرگز نہیں جو شخص ایسا کرے گا وہ ملعون ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے دشمن ہونگے۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا

اَلْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِىْ مَا حَرَّمَ اللهُ مَلْعُوْنٌ عَلىٰ لِسَانِىْ وِ لِسَانِ كُلِّ نَبِيٍّ مُجَابٍ

جو شخص میری عترت کے مال کو حلال جانے جبکہ اللہ نے حرام قرار دیا ہے پس اس پر میں نے اور ہر نبی نے لعنت بھیجی ہے۔ پس جو ہمارے حق میں ظلم کرے وہ ظالموں میں شمار ہوگا اور اللہ کی لعنت اس پر ہوگی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

ألا لعنة الله على الظالمين (سورہ ہود، آیت ۴۳)

(۴) اور جو تم نے اس بچہ کے بارے میں سوال کیا ہے کہ ختنہ ہونے کے بعد اگر دوبارہ غلاف آ جائے تو کیا

دوبارہ ختنہ کریں؟

ہاں دوبارہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ پس بیشک غیر مختون کے پیشاب سے اللہ کی زمین چالیس دن تک فریاد کرتی ہے۔

(۵) اور جو تم نے نماز پڑھنے والے کے سامنے آگ، تصویر اور چراغ کے سلسلہ میں سوال کیا ہے۔ کیا اسکی نماز صحیح ہے جبکہ اس کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے؟

آتش پرست اور بتوں کی عبادت کرنے والے کا بیٹا اگر نہیں ہے تو آگ اور تصویر اور چراغ کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہے لیکن اگر بت پرست آتش پرست کی اولاد ہے تو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مرحوم طبرسی رحمۃ اللہ علیہ نے احتجاج، ج ۲، ص ۳۰۱-۳۰۲ میں کچھ اور مسائل نقل کئے ہیں انکی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

(۶) جناب جعفر طیار کی نماز میں اگر کوئی شخص قیام یا قعود, رکوع و سجود کی حالت میں تسبیح بھول جائے اور دوسری حالت میں پہونچنے کے بعد یاد آئے کیا اسی حالت میں چھوٹی ہوئی تسبیح پڑھ لے یا نظر انداز کر کے آ گے بڑھ جائے؟

جواب - جس حالت میں اسے یاد آئے اسے پڑھ لینا چاہئے۔

(۷) ایک مومنہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا کیا وہ شوہر کے جنازہ میں شریک ہوسکتی ہے؟

ہاں شریک ہوسکتی ہے۔

کیا عدۃ کے دوران شوہر کی قبر پر جاسکتی ہے یا نہیں؟ قبر پر جاسکتی ہے لیکن رات گھر سے باہر نہیں گزار سکتی۔

عدت کے دوران واجب حق کی ادائیگی کرنے کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے یا نہیں؟

حق کی ادائیگی کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور اگر روز مرہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا کوئی نہیں ہے تو ضرورت کی چیزوں کے حصول کے واسطے گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن گھر کے باہر رات نہیں گزارسکتی ہے۔

(۸) حدیثوں میں نماز واجب اور غیر واجب میں قرآن پڑھنے کا ثواب وارد ہوا ہے اِمام کاظم علیہ السلام کو

عالم آل محمد علیہِ السلام بھی کہا جاتا ہے آپ نے فرمایا :

تعجب ہے اس شیخ پر جو نماز میں سورہ انا انزلناہ نہ پڑھتا ہو پس اس کی نماز کیسے قبول ہوگی ؟ اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے وہ نماز خالص نہیں ہے جس میں سورۃ توحید نہ پڑھی جائے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے

جو شخص اپنی واجب نماز میں سورہ ہمزہ کی تلاوت کرے گا دنیا کے برابر اسے ثواب دیا جائے گا۔

کیا ان سوروں کو چھوڑ کر سورہ ہمزہ پڑھنا جائز ہے؟ جبکہ حدیث میں کہا گیا ہے کہ ان سوروں کے بغیر نہ تو اسکی نماز قبول ہوگی اور نہ ہی پاکیزہ اور خالص ہوگی؟

جواب - ان سوروں کے پڑھنے کا ثواب وہی ہے جو حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اور اگر اس سورہ کو چھوڑ دے جس میں اس ثواب کا ذکر ہوا ہے اور قل ھو اللہ احد اور انا انزلنا کو انکی فضیلت کی وجہ سے پڑھ لے تو اس سورہ کے پڑھنے کا بھی ثواب عطا کیا جائے گا اور اس سورہ کا ثواب بھی ملے گا جسے چھوڑ دیا ہے۔ ورنہ ان دونوں کو چھوڑ کر تیسرے سورہ کا پڑھنا جائز ہے اور اس کی نماز کامل ہوگی لیکن اس نے اس فضیلت کو ترک کر دیا ہے۔

(۹) ماہ رمضان میں وداع کی دعائیں کب پڑھی جائیں؟ ہمارے فقہاء کے درمیان اختلاف ہے بعض کہتے ہیں رمضان کی آخری رات میں پڑھنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں رمضان کے آخری دن میں جب شوال کا چاند دیکھے تو پڑھنا چاہئے؟

رمضان المبارک کی راتوں میں عمل کرنا چاہئے اور الوداع کی دعا کو آخری رات میں پڑھنا چاہئے۔ اگر پڑھنے والے کو خوف ہو کہ جمعہ سے کہیں چاند جلد نکلنے کی بنا پر چھوٹ نہ جائے تو وداع کی دعاؤں کو رمضان المبارک کی آخری دو راتوں میں پڑھنا چاہئے۔

(۱۰) قربانی کے لئے ایک شخص نے دوسرے کے لئے ایک جانور خریدا اور اس شخص سے کہا کہ یہ میری طرف سے منی میں قربانی کر دینا یہ شخص قربانی کرتے

وقت اس آدمی کا نام بھول جاتا ہے اور جانور قربانی کر دیتا ہے پھر اسے اس شخص کا نام یاد آتا ہے۔ کیا یہ قربانی اس شخص کی طرف سے کافی ہے یا نہیں؟

اسمیں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ قربانی اس شخص کے لئے کافی ہے۔

(۱۱) درزی مومن نہیں ہے، مردار کھاتے ہیں، غسل جنابت نہیں کرتے اور ہمارے کپڑے سلتے ہیں؟ کیا دھونے سے پہلے اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اس کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۲) حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کی تسبیح پڑھتے وقت چونتیس بار تکبیر کہنے کے بجائے بھول کر اس سے زیادہ بار تکبیر پڑھا۔ کیا پھر سے چونتیس بار پڑھیں یا وہ چونتیس بار حساب کی جائے گی؟ اور اگر تسبیح چھانچھٹ ۶۶ کے بجائے ایک بار زیادہ پڑھا تو کیا صحیح

سمجھا جائے گا یا اُسے تسبیح دوبارہ پڑھنا پڑے گی؟

اگر تکبیر بھول کر چونتیس بار سے زیادہ پڑھے تو اسے چاہئے کہ تینتیس پر بنائ رکھے ایک بار اور تکبیر کہے اور اگر تسبیح چھانچھٹ بار سے زیادہ پڑھا ہے تو چھانچھٹ پر بناء رکھے اور اگر سو سے تجاوز کر جائے تو تدارک کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔

بارہ مسالہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں ورنہ امام زمانہ علیہ السلام سے بہت سے مسائل نقل ہوئے ہیں اختصار کی بناء پر انہیں پیش کرنے سے معذور ہیں۔ آخر میں دعا کرتے ہیں خدایا امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور پرنور میں تعجیل فرمائے اور ہم سب کو امام کے حقیقی چاہنے والوں میں قرار دے ۔ اور حضرت کے علم سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے ۔ آمین۔

امام زمانہ علیہ السّلام اور علامہ سیّد مہدی بحر العلوم رحمۃاللہ علیہ

خداوند عالم کا اپنے بندوں پر ہمیشہ سے ایک خاص لطف و کرم رہا ہے۔ ان کی خلقت کے بعد انہیں تنہا نہیں چھوڑا بلکہ ایک کے بعد دیگرے اپنے مخصوص ہادیوں کے ذریعہ ہدایت کے سر چشمہ سے سیراب کیا۔ یہاں تک کہ غیبت امام عصر میں بھی انہیں ان عنایتوں سے تشنہ نہیں رکھا۔ بلکہ ان مخصوص نورانی ہستیوں سے وابستہ کچھ ایسے اشخاص کو پیدا کیا جنہوں نے ان ذوات مقدسہ سے کسب ضیا کیا جسکے پر تو ان کے وجود میں جھلک اٹھے۔ عجب نہیں کہ یہ جدید زمانے کے سلمان و ابوذر ہوں۔ بے شک انہیں منتخب اشخاص کے ذریعہ خداوند عالم نے زمانہ غیبت میں ائمہ علیہم السلام کے علوم کو لوگوں تک پہونچایا ہے۔

جس طرح گذشتہ المنتظر شماروں میں ہم علماء کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ اس شمارہ میں بھی ہم علامہ سید مہدی بحر العلوم اور ان کی امام زمانہ علیہ السّلام سے وابستگی کا تذکرہ کرینگے۔

(۱)ولادت اور مختصر حالات

آپ کا نام مہدی تھا اور والد کا نام سید مرتضی طباطبائی بروجردی تھا۔ آپ کی نسل کا سلسلہ ابراہیم (جن کا لقب طباطبا تھا) سے حسن مثنیٰ کے ذریعہ امام حسن مجتبی علیہ السلام سے ملتا ہے۔

(اعیان الشیعہ، ج ۴۸، ص ۱۶۴)

علامہ سید بحر العلوم رحمۃاللہ علیہ کی ولادت کربلائے معلّی میں شب جمعہ ماہ شوال ۱۱۵۵ ھ میں ہوئی۔ مرحوم حاج شیخ عباس قمی کی کتاب فوائد الرضویہ میں لکھتے ہیں کہ جس شب علامہ سید بحر العلوم کی ولادت ہوئی آپ کے والد بزرگوار نے عالم خواب میں دیکھا کہ امام رضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور ان کے شاگرد محمد بن اسماعیل بن بزیع کو حکم دیتے ہوئے ایک بڑی شمع عطا کرتے ہیں پھر محمد اس شمع کو بالائے منزل پر لے گئے اور روشن کیا، ناگاہ اس شمع کا نور آسمان کی بلندیوں سے جا ملا اور جہاں میں روشنی پھیل گئی۔ علامہ بحر العلوم کی تعلیم و تربیت ان کے والد اور دیگر فضلا و دانشمندوں کے درمیان ہوئی۔ ابتدائی چار سال علامہ نے ان بزرگوں کے زیر تربیت نحو و صرف ادبیات، منطق ، فقہ اور اصول کے حاصل کرنے میں صرف کئے۔

اس کے بعد سن بلوغ کے ابتداء میں آیۃ اللہ وحید بہبہانی اور شیخ یوسف بحرانی کے درس سے شرفیاب ہوئے پھر پانچ سال کے عرصہ میں اجتہاد کے درجہ پر فائز ہوئے۔

تصنیفات

علامہ بحر العلوم بیش بہا کتابوں کے مالک ہیں جو علوم سے مالا مال ہیں ان میں سے کچھ کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں :

ا۔ "مصابیح فی شرح مفاتیح" فقہ کی کتاب (عبادات اور معاملات)
۲۔ "الدرة التجفیه" (طہارت و نماز) ہزار اشعار اور ان کی شرح تفسیر پر مشتمل ہے۔
۳" - مشکاة الهدایه" علامہ بحر العلوم کے حکم سے شیخ جعفر کاشف الغطاء نے شرح کو تحریر فرمایا۔
۴" - الفوائد الأصولية "
۵ - حاشية على طهارة شرائع المحقق الحلی۔
۶ - الفوائد الرجاليه۔
۷ - رسالة في الفرق و الملل۔
۸ - تحفة الكرام في تاريخ مكة و البيت الحرام۔
۹ - شرح باب الحقيقة و المجاز۔
۱۰ - قواعد احكام الشكوك۔
اا - الدرة البهية نظم بعض المسائل الأصولية
۱۲ - دیوان (جو ہزار سے زیادہ بیت پر مشتمل ہے)
(فقہای نامدار شیعہ، ص ۲۹۵ از عبدالرحیم عقیقی بخشایشی ناشر، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی)

(۲) لقب" بحر العلوم" : امام زمانہ علیہ السّلام کی عنایت

علامہ سید بحر العلوم علماء شیعہ کی صفات اور اعلی قدروں کے مالک ہیں۔ آ پکی دینی خدمات کو گرانبہا تسلیم کیا جاتا اور سراہا جاتا ہے۔ علامہ کی نمایا شخصیت کی وجہ سے ہی لفظ تشیع آپ کے نام سے منسلک رہتا تھا جس جگہ پہنچتے شیعیت کو عام کرتے۔ یہ تمام ظاہری اور معنوی کمالات صرف اور صرف حضرت بقیہ اللہ (عج) سے حاصل ہوئے ہیں۔

مرحوم میرزا ابوالقاسم قمي نقل کرتے ہیں کہ میں علامہ سید بحر العلوم کے ہمراہ آقا باقر بہبہانی کے درس میں جایا کرتا تھا اور ان کے ساتھ درس سے متعلق بحث و مباحثہ کا سلسلہ چلا کرتا تھا بلکہ وہ میری گفتگو سے استفادہ حاصل کرتے تھے۔ میں ایران میں ہی مقیم رہا اور علامہ عراق چلے گئے۔ اس دوران علامہ سید بحر العلوم علماء کے درمیان علم و عظمت کے میدان میں بہت مشہور ہوئے۔

مجھے تعجب ہوا اور خود سے کہتا کہ علامہ اس استعداد اور کمالات کے مالک تو نہ تھے پس یہ عظیم کمالات کیسے حاصل ہوئے؟

یہاں تک کہ عتبات عالیہ کے لئے سفر درپیش ہوا اور نجف اشرف میں علامہ کے دیدار سے مشرف ہوا، علامہ کے درس میں شرکت کرنے والے طلاب کی تعداد سو سے زیادہ ہوا کرتی تھی آپ کی مجلس میں، میں نے بھی شرکت کی اس مجلس میں سوال و جواب سے ظاہر ہوا کہ واقعا علامہ "علم کا ستون" ہیں اور بحر العلوم کہنا بجا ہے۔

ایک روز میں نے خلوت میں علامہ سے دریافت کیا کہ جس وقت ہم ساتھ تھے آپ اس مرتبہ پر فائز نہ تھے اور نہ ایسے علم کے مالک تھے بلکہ میرے مباحثہ سے استفادہ کرتے تھے۔ اور آج بحمد اللہ علم و دانش میں ایک عظیم منزل پر دیکھ رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا میرزا ابوالقاسم ! تمہارے سوال کا جواب ایک راز ہے۔ اور میں تمہیں اس شرط پر اس سے آشنا کرونگا کہ میری زندگی میں کسی سے یہ راز بیان نہ کرنا۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں آپ کی حیات میں کسی پر یہ راز ظاہر نہیں کروں گا۔ پس آپ نے بیان کیا کہ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ حضرت ولی عصر عج نے ایک شب مسجد کوفہ میں اپنے سینے سے لگایا۔

میں نے کہا: کیونکر؟ فرمایا: ایک شب میں نے مسجد کوفہ میں دیکھا کہ میرے آقا حضرت ولی عصر عبادت میں مشغول ہیں۔ میں کھڑا ہوا اور سلام کیا، آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ نزدیک آو میں آگے بڑھا۔ آپ نے فرمایا: اور قریب آؤ۔ پس میں کچھ اور آگے بڑھا، آپ نے پھر فرمایا: اور قریب آو۔ میں آپ (ع) کے اور قریب گیا یہاں تک کہ آپ (ع) نے معانقہ کیا اور اپنے سینہ مبارک سے لگایا ۔ اور پھر جو کچھ خداوند عالم نے چاہا اس قلب و سینہ میں رواں دواں کر دیا۔

حضرت بقیۃ اللہ عج کے الطاف و عنایات کی وجہ سے علماء کرام علامہ سید بحر العلوم رحمۃاللہ علیہ کے علم و کمالات سے آشناء ہوئے تو حیران و متعجب ہو گئے۔ علامہ سید

بحر العلوم مشہد مقدس میں سات سال رہے۔ اس دوران آپ استاد شہید میرزا مہدی اصفہانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

استاد علامہ کے علوم کی غیر معمولی مہارت اور دانائی سے حیران رہ گئے ۔ اور آپ کو اس خطاب سے پکارا :

" **اِنَّمَا اَنْتَ بَحْرُ الْعلوم** " یعنی حقیقتا آپ علم کے دریا ہیں۔

صاحب روضات الجنات آیت اللہ العظمی میر سید محمد باقر خونساری جن کا شمار بزرگ علماء میں ہوتا ہے علامہ سید بحر العلوم کے لقب کے متعلق لکھتے ہیں :

"سید کے افتخار کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ سے قبل اور نہ آپ کے بعد کوئی شخص اس لقب سے ملقب نہ ہوا۔ "

(۳) امام زمانہ علیہ السّلام کی خوشنودی

امام سے متعلق شیعوں کی ایک اہم ذمہ داری آپ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ علامہ بحر العلوم رحمۃاللہ علیہ کی زندگی ہمیں اس کا درس دیتی ہے۔ آپ کی زندگی کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ کے آپ کے بلند مقام پر پہنچنے کا سبب امام کی خوشنودی امام علیہ اسلام کی راہ میں مال کو خرچ کرنا آپ کی یاد میں مجلس منعقد کرنا اور لوگوں کو آپ کی جانب دعوت دینا، آپ علیہ السلام کے نام مقدس کی تبلیغ میں مدد کرنا، یا ایسی کتابوں کی مطبوعات میں حصہ لینا جو آپ حضرت علیہ السّلام سے منسوب ہیں نیز سادات اور مومنین کی مدد و یاوری کرنا، کچھ ایسے کام ہیں جو امام زمانہ علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا فداء کی مدد کرنے کا ایک قرینہ یہ ہے کہ مومنین کی مدد اور ان کی دلجوئی کی جائے جیسا کہ مجمع البحرین میں مذکور ہے۔

مَوَاسَاتُ الْاِخْوَانِ بِیَ مَشَارِکَتُہُمْ وَ مَسَابِمَتُہُمْ فِی الرِّزْقِ وَالْمَعَاشِ۔

مواسات اس معنی میں کہ برادر دینی کے رزق و معاشی امور میں شریک اور رفیق رہے۔

علامہ سید بحر العلوم زندگی کے تمام مراحل میں لوگوں کے غم میں شریک رہتے اور مدد کرتے چاہے وہ مادی ہو یا معنوی یہاں تک کہ آپ نے اس طریقہ کار سے امام زمانہ کی رضا و خوشنودی کو حاصل کیا۔

علا مختلف طریقوں سے امام زمانہ کی نصرت ویاوری میں مصروف رہتے۔ منجملہ یہ کہ ہمیشہ فقرا و ناتواں افراد کی فکر میں لگے رہتے اور ان سے برادرانہ برتاو کرتے۔ اور جد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے۔ شب کی تاریکی میں نکلتے اس حالت میں کہ دوش پر یتیم و فقراء کے واسطے غذا کا سامان لدا رہتا اپنے ہاتھوں سے باٹتے اور نہایت مہربانی سے پیش آتے۔

(۴) مناسک حج کا تعین

علامہ سید بحر العلوم امام زمانہ علیہ السلام کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ میں دو سال کی مدت تک مقیم رہے۔ اس مدت میں آپ نے تقیہ اختیار کیا تھا۔ مکہ معظمہ میں رہکر چاروں مسلک کے افراد کو درس دیتے ہر ایک سمجھتا کہ وہ اس کے فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی یہ جدو جھد وہاں جاری رہی یہاں تک کہ آپ نے امام زمانہ کی تمام ذمہ داریوں کو ادا کیا۔

علماء کا بیان ہے کہ علامہ سید بحر العلوم حضرت ولی عصر کے امر کے مطابق دو سال مکہ معظمہ میں مقیم رہے یہاں تک کہ آپ نے مناسک حج مشاعر اور مواقف کا تعین کیا۔

امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے کسی کام کی ماموریت صرف اور صرف آپ کی روحانی طہارت کے سبب تھی۔

مرحوم سید محسن امین لکھتے ہیں : علامہ سید بحر العلوم جس مدت تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ ایسی بے شمار علامتوں کو روشن کیا (جو پوشیدہ تھیں) اس لئے آج حجاج کرام مناسک کو خود با آسانی مذہب اہل بیت علیہم السلام کے مطابق انجام دیتے ہیں۔

اور یہ علامتیں ان کے بعد بھی باقی ہیں اور لوگ اس سے استفادہ حاصل کرتے ہیں، نیز آپ نے مواقیت اور احرام کے حدود کا تعین کیا۔ مزدلفہ اور مشعر کا بھی تعین کیا۔اور جس طرح یہ مقامات پہلے مخفی و پوشیدہ تھے ظاہر ہوئے۔

(امام زمانہ علیہ السّلام اور علامہ سید مہدی بحر العلوم، ۱۰۶، از سید جعفر رفیعی)

لہذا آج مناسک حج جو ہم تک پہنچے ہیں ان میں علامہ سید بحرالعلوم کا ایک اہم کردار ہے۔ اور اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ غیبت کبری کے زمانے میں امام علیہ السلام ہماری ویسے ہی ہدایت کر رہے ہیں جیسے ایک امام ظاہری حالات میں کرتا ہے۔

(۵) ملاقات کے کچھ اور واقعات

(۱) سرداب میں علامہ سید بحرالعلوم کی ملاقات

محدث نوری فرماتے ہیں کہ محقق و بصیر عالم معتمد سید علی جو کہ علامہ سید بحر العلوم کی دختر کے پوتے تھے (مصنف کتاب "برہان قاطع") نے خبر دی کہ سید مرتضی جو علامہ کی خواہر کے فرزند تھے فرماتے ہیں :

میں سامرا کی زیارت کے واسطے علامہ کے ہمراہ تھا، آپ جس حجرے میں تھے وہاں تنہا سویا کرتے تھے جو میرا حجرا تھا وہ آپ کے حجرے سے متصل تھا میں شب و روز علامہ سید بحر العلوم کی خدمت و خاطر میں مصروف رہتا۔ ان دنوں لوگ آپ کے گرد اکثر جمع رہا کرتے تھے یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر جایا کرتا تھا۔

پس ایک رات حسب عادت سید بیٹھے تھے اور لوگ آپ کر گرد جمع تھے لیکن دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ جیسے سید مجمع سے بیزار ہیں اور خلوت چاہتے ہیں اور کسی سے بھی گفتگو نہیں کر رہے ہیں بس لوگ متفرق ہو گئے اور میرے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ پھر مجھے باہر جانے کا حکم دیا۔ میں اپنے حجرے میں تو چلا گیا لیکن سیدی حالت کی فکر میں کھویا رہا میری آنکھوں سے نیند جا چکی تھی۔ کچھ دیر میں نے صبر کیا۔ پھر میں مخفیانہ باہر نکلا تا کہ سیّد کے حال سے باخبر ہو جاؤں۔ دیکھا کہ مجرے کا دروازہ بند ہے۔ جب جھروکے سے نگاہ کی تو دیکھا کہ صرف چراغ روشن ہے اور کوئی نہیں ہے۔ میں اندر داخل ہوا اور سمجھا کہ آپ سوئے نہیں ہیں اس کے بعد میں برہنہ پا اپنے آپ کو چھپا کر سید کی تلاش میں نکلا۔ پس صحن مقدس میں داخل ہوا دیکھا عسکریین علیہا السلام کے روضہ کے دروازے بند ہیں۔

وہاں سے پلٹا اور حرم کے باہر اطراف میں تلاش کیا لیکن نہ پایا۔ پھر سرداب کے صحن میں داخل ہوا دیکھا وہاں کے دروازے کھلے ہیں، پس میں سرداب کے زینہ سے آہستہ آہستہ نیچے کی جانب اترنے لگا۔ سرداب میں داخل ہوتے ہی کچھ گفتگو سنائی دی گویا کسی سے گفتگو کر رہے ہوں میں کلمات کی تمیز نہ کر پایا یہاں تک کہ تین یا چار زینہ اوپر تھا اور بہت ہی آہستہ آہستہ زینہ اتر رہا تھا کہ ناگاہ سید بحرالعلوم کی آواز اسی جگہ سے بلند ہوئی کہ اے سید مرتضیٰ یہ کیا کر رہے ہو؟ اور گھر سے باہر کیوں نکلے؟ سید کی یہ صدا سن کر میں سہم گیا اور ایک جگہ کھڑا ہوگیا خوفزدہ تھا۔ پس سوچا کہ جواب سے پہلے واپس پلٹ جاؤں۔ لیکن پھر خود سے کہنے لگا: میں کس طرح اپنی آمد کو چھپا سکتا ہوں جبکہ سید نے مجھے پہچان لیا ہے۔

لہٰذا عذر خواہی کے ساتھ زینہ سے نیچے آیا اور سرداب میں داخل ہوا۔ سید بحرالعلوم کو دیکھا تنہا رو بہ قبلہ کھڑے ہیں۔ اور وہاں کی اور وہاں کسی اور کو نہ پایا، لہذا میں سمجھ گیا کہ آپ کی گفتگو امام غایب سے ہو رہی تھی۔

(نجم الثاقب ص ۲۵۶؛ جنّتہ الماوی، ص ۲۲۸؛ ودار السلام نوری، ج ۲, ص ۲۱۱؛ منتہی الامال، ج ۲ ص ۴۷۵,۴۷۶-)

(۲)علامہ سید بحر العلوم کا امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے دست مبارک کا بوسہ :

عالم ربانی آخوند ملا زین العابدین سلماسی جو کہ مکہ معظمہ میں علامہ سید بحر العلوم کی ملاقات سے شرفیاب ہوئے فرماتے ہیں :

علامہ اپنے شہر سے دوری اور اپنے اہل خانہ کی جدائی کے باوجود فولادی دل کے مالک تھے بخشش و عطا کی زیادتی کی بنا پر پاس کچھ نہ تھا۔ اتفاقاً میں بھی اس روز آپ کے پاس گیا چونکہ میرے ہاتھ میں کچھ خرچ کرنے کو نہ تھا، لہٰذا سیّد کی خدمت میں اپنا حال بیان کیا، آپ نے سنکر کچھ نہ کہا۔

علامہ کی عادت یہ تھی کہ یہ خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے۔ پھر اس کے بعد اپنے کمرے میں تشریف لے جاتے تھے جو آپ سے مخصوص تھا۔ اس دوران میں آپ کے لئے حقہ لایا کرتا اور آپ پیا کرتے، پھر باہر آیا کرتے اور دوسرے کمرے میں جایا کرتے جہاں دیگر مذاہب کے شاگرد جمع رہتے ہر ایک گروہ کو انکے طریقہ پر درس دیتے۔ اس روز کے بعد جس دن میں نے اپنی تنگدستی کی علامہ سے شکایت کی تھی، جب طواف سے فارغ ہوئے اور حسب عادت میں نے حقہ حاضر کیا کہ ناگاہ کسی نے دروازے کو دستک دی، سید بحر العلوم یہ آواز سن کر بہت شدید مضطرب ہوگئے اور مجھ سے کہا: حقہ کو لو اور یہاں سے باہر جاؤ اور خود تیزی کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھے اور دروازہ کھولا۔

میں نے دیکھا کہ ایک جلیل القدر شخص عربی لباس میں داخل ہوئے اور سید کے کمرے میں جا بیٹھے اور سید نہایت ذلت و انکساری اور ادب کے ساتھ دروازے کے کنارے پر بیٹھ گئے اور مجھ سے اشارہ کیا کہ حقہ کو نزدیک نہ لانا۔

کچھ ساعت بیٹھے اور آپس میں گفتگو کرتے رہے۔ پس وہ جلیل القدر بزرگ مرتبہ شخص اور سید بھی بہت جلد اٹھے اور کمرے کا دروازہ کھولا اور ان کے دونوں ہاتھوں کا

بوسہ لیا۔ اور ناقہ پر سوار کیا جو باہر کھڑا تھا اور وہ عرب شخص چلا گیا۔ سید کے چہرے کا رنگ متغیر تھا وہاں سے پلٹے اور ڈرافٹ میرے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ ڈرافٹ (Draft) اس سا ہوکار کو (money exchanger) جو کوہ صفا میں ہے دینا، اسے لے جاؤ اس میں رقم لکھی ہوئی ہے۔

پس میں اس ڈرافٹ کو اس مرد کے پاس لے گیا، اس نے جیسے ہی اس ڈرافٹ کو لیا اور نگاہ کی اس کا بوسہ لیا آنکھوں سے لگایا اور کہا: چار حمال لے آؤ پس میں گیا اور چار حمالوں کو لے آیا، اس مرد نے ان چار حمال کی قوت کے مطابق جتنا وہ اٹھا سکتے تھے فرانسی ریال (جو اس زمانہ میں رائج تھا) لایا اور دے دیئے۔ ان حمالوں نے ریال کو میرے گھر تک پہنچایا۔ ایک فرانسی ریال پانچ ایرانی قیران کے برابر تھا۔ (قیران ریال سے پہلے رائج تھا)۔

ایک روز میں نے ارادہ کیا کہ اس ساہوکار کا حال دریافت کروں۔ جب میں کوہ صفا پر گیا تو دیکھا کہ نہ تو وہ ساہوکار ہے اور نہ ہی کوئی دکان۔ پس جو لوگ وہاں تھے ان سے اس ساہوکار کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا: یہاں ہم نے آج تک کسی ساہوکار کو نہیں دیکھا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ایک اسرار الٰہی ہے۔ (در انتظار خورشید ولایت ص ۱۴۷)

(۳) سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا ماتم

ایک عالم و بزرگ کا بیان ہے کہ : ۱۱۳۳ ھ میں جب میں نجف اشرف میں تعلیم حاصل کر رہا تھا ماہ محرم الحرام میں علماء اعلام کے ہمراہ پیادہ کربلا کے لئے روانہ ہوا جب ہم "طویرج" نامی مقام پر پہونچے جو کربلا معلی سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

ایک بزرگ عالم نے مجھ سے کہا: عاشور کے روز اس جگہ سے ماتمی دستے کربلا کی جانب جاتے ہیں ان کے ساتھ ایک علماء کی جماعت بھی ہوتی ہے حتی کہ مراجع تقلید بھی ہوتے ہیں اور بڑے جوش سے سینہ زنی کرتے ہیں، پھر ان عالم بزرگوار نے مجھ سے کہا کہ : روز عاشورہ تھا اور میں "طویرج" کے دستہ کے ساتھ کربلا جارہا تھا کہ سینہ زنی کے درمیان ایک مراجع تقلید کو دیکھا جیسے دیگر علماء کیا کرتے تھے بڑے کمال و اخلاص کے ساتھ آنکھوں سے اشک جاری ہیں اور سینہ زنی میں مشغول ہیں۔

ان سے میں نے سوال کیا کہ آپ کے پاس اس فعل سے متعلق کوئی علمی دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا: مرحوم علامہ سید بحر العلوم روز عاشورہ کچھ طلاب کے ساتھ "طویرج"

کے ماتمی دستہ کے استقبال کے لئے کربلا سے جارہے تھے ناگاہ طلاب نے دیکھا کہ علامہ سید بحر العلوم اپنی عظمت اور بلند علمی کے باوجود دیگر لوگوں کی طرح کرتا اتار کر شدت سے ماتم کرنے لگے۔ طلاب نے بہت کوشش کی کہ آپ کے احساسات پر قابو پائیں لیکن نا کام رہے پس طلاب نے آپ کی حفاظت کے واسطے اطراف میں گھیرا بنادیا۔

....ماتم کے ختم ہو جانے پر کچھ خواص علماء نے آپ سے دریافت کیا: آپ کو ایسا کیا ہوا کہ آپ ماتم کے دوران غیر اختیاری صورت میں عزاداری میں مشغول تھے؟

آپ نے فرمایا: جب میں ماتمی دستوں کے قریب گیا دیکھا کہ حضرت بقیه الله (ارواحنا فداه) برہنہ سروپا دستہ کے دوران ماتم کر رہے ہیں اور گریہ و بکا میں مشغول ہیں، پس میں بے قابو ہو گیا اور آپ علیہ السلام کے ہمراہ ماتم کرنے میں مشغول ہو گیا۔

(۵) رحلت

علامه سید بحر العلوم عج اپنی تمام زندگی امام زمانہ کے ظہور کے انتظار میں اور آپ کی تلاش میں بسر کی۔ آخر کار ۱۱۱۲ ھ میں وعدہ حق کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

علامہ کی وصیت کے مطابق، میرزا مهدی شہرستانی نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بدن مبارک کو وصیت کے مطابق شیخ طوسی کے مرقد مطہر کے جوار میں سپرد خاک کیا۔

کتاب فوائد الرجالیہ میں مذکور ہے کہ:

"جس وقت اس پیکر فقیہ و عارف بزرگوار پر خاک ڈالی گئی حاضرین نے ایک نامعلوم صدا سنی جو کہہ رہا تھا۔

للهِ قَبْرُکَ مِنْ قَبْرٍ تَضَمَّنْہٗ

عِلْمَ النَبِیْنَ مِنْ نُوْحٍ اِلَی الْخَلْفِ

آپ کی قبر ان قبروں میں سے ہے جو انبیاء کے علوم کے حامل اور نوح سے خلف (صالح تک) سے پر ہے۔

کَانت حیاتک احیا لما شرعوا

وفی مماتک موت العلم و الشرف

آپ کی زندگی تجرید اسلام میں گذری اور آپ کے مرنے سے علم وشرف کی موت ہوگئی۔